شرحِ صدر

قرآن و سُنّت کی روشنی میں

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی

سلسلہ مواعظِ حلیم الامّت نمبر ۴

شرحِ صدر

قرآن و سنّت کی روشنی میں

حلیم الامّت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

فرزند و نائب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مُجاز بیعت

شیخ المشائخ محی السنّہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبّت ہے
بہ اُمّیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

محبّت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

احقر کی جملہ تصانیف وتالیفات

شیخ المشائخ حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ

اور

شیخ المشائخ محی السنہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور والد ماجد

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی صحبتوں کے فیوض وبرکات کا مجموعہ ہیں۔

محمد مظہر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

وعظ : شرحِ صدر قرآن وسنت کی روشنی میں

واعظ : حلیم الامت حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

مقام : خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، کراچی

مرتب : یکے از خدام حضرتِ والا دامتِ برکاتہم

تاریخ اشاعت : ۲۰ شعبان المعظم ۱۴۳۷؁ھ، مطابق ۲۸ مئی ۲۰۱۶؁ء

زیرِ اہتمام : شعبہ نشرواشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی

پوسٹ بکس:11182 رابطہ:+92.21.34972080 اور +92.316.7771051

ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com

ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ حلیم الامت حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشرواشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہِ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہوکر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہوسکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل

نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

ناظم شعبۂ نشرواشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

شرحِ صدر قرآن وسنت کی روشنی میں

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْ كَلَامِهِ الْمَجِيْدِ وَفُرْقَانِهِ الْحَمِيْدِ

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ

وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ؕ

كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ [1]

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِذَا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فَصَعِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَتَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ فَقِيْلَ مَا شَرْحُ هٰذِهِ الْاٰيَةِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ النُّوْرَ اِذَا قَذَفَ فِي الْقَلْبِ اِنْشَرَحَ لَهٗ صَدْرُهٗ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ لِّذٰلِكَ عَلَامَةٌ؟

فَقَالَ اَلتَّجَافِيْ عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَالْاِنَابَةُ اِلٰى دَارِ الْخُلُوْدِ

وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِهٖ [2]

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ لَمِنَ الشّٰهِدِيْنَ وَالشّٰكِرِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

یہ چمن یوں ہی رہے گا اور ہزاروں بلبلیں
اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اُڑ جائیں گے

اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ اس دنیائے فانی میں کسی کو بقا نہیں، بلکہ سب کے سب ایک دن اس دنیا سے چلے جائیں گے:

---

[1] الانعام:۱۲۵

[2] شعب الایمان للبیهقی:۷/۳۵۲(۱۰۵۵۲)، دار الکتب العلمیة، بیروت-ذکرہ بلفظ ان النور اذا دخل الصدر/المستدرک للحاکم:۴/۳۱۱

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٢٧﴾[3]

اس روئے زمین پر جو کوئی بھی ذی رُوح ہے اس کو ایک نہ ایک دن فنا ضرور ہے، اور بقا اس وحدہٗ لا شریک کو ہے جو عظمت و جلال کا مالک ہے، اس لیے اس دنیا سے جانے سے پہلے ہی آخرت کی فکر اور تیاری کرنی چاہیے اور اپنی اصلاح کرالینی چاہیے، جسے تزکیہ کہتے ہیں۔

جسمانی ورُوحانی بیماریاں اور اُن کے معالج

اس دنیا میں دو قسم کی بیماریاں ہوتی ہیں:۱) جسمانی بیماریاں۔۲) رُوحانی بیماریاں۔ جسمانی بیماریوں کا علاج اطباء اور ڈاکٹر حضرات کرتے ہیں اور بھاری بھاری فیسیں اور معاوضے وُصول کرتے ہیں۔ جب کہ ایک رُوحانی طبیب ہوتے ہیں، جو انسان کے اندر موجود مختلف رُوحانی بیماریوں کا علاج کرتے ہیں جیسے تکبر، حسد، کینہ، بغض، عداوت اسی طرح اعمال میں سستی اور غفلت کے مرض کو چستی اور بیدار مغزی میں بدلتے ہیں۔

نیز یہ کہ رُوحانی اطباء کا علاج وہاں سے شروع ہوتا ہے جہاں جسمانی ڈاکٹرز فیل ہوجاتے ہیں، وہاں سے رُوحانی اطباء یعنی اللہ والوں کا علاج شروع ہوتا ہے۔

میرے وارث حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی ہیں

ہمارے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی کے نائب و خلیفہ مجازِ بیعت حضرت مولانا بشارت علی صاحب شدید بیمار ہوئے، ان کو بمبئی کے بڑے ہسپتال میں داخل کردیا گیا، ڈاکٹر نے پوچھا کہ آپ کا وارث کون ہے؟ نام بتائیے۔ تو آپ نے فرمایا کہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی میرے وارث ہیں، تو ڈاکٹر نے پوچھا کہ یہ آپ کے فادر (Father) ہیں یا برادر (Brother)؟ تو انہوں نے فرمایا کہ نہیں! وہ میرے رُوحانی ڈاکٹر ہیں، تو ڈاکٹر کو بہت زیادہ حیرت ہوئی، اس نے فوراً پوچھا کہ عجیب بات ہے، آپ کا علاج ہم کریں گے، آپریشن ہم کریں گے، تو وہ کیسے ڈاکٹر ہوئے؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ میرے رُوحانی ڈاکٹر

[3] الرحمٰن:۲۶-۲۷

ہیں، توڈاکٹر نے کہاکہ آج سائنس کی دُنیا اتنی ترقی کر گئی ہے کہ ہم صرف تھوڑا ساخون نکالتے ہیں اور پھر سر سے پیر تک کے تمام امراض کی تفصیلات بتادیتے ہیں، انہوں نے جواب دیا کہ آپ کی میڈیکل سائنس صرف ظاہری امراض کی تشخیص کرتی ہے، آپ سب ڈاکٹروں کو بلائیے، میں آپ کو سمجھاتا ہوں،اس نے ارد گرد کے سب ڈاکٹروں کو بلا لیا، جب ڈاکٹرز آئے توحضرت مولانابشارت علی صاحب نے فرمایاکہ آپ لوگوں نے انجکشن کے ذریعے پورا پانچ سی سی (5.CC) میراخون نکالا ہے، آپ اس خون کولیبارٹری میں لے جائیے اور اس کے ذریعے یہ بتائیے کہ میرے اندر جھوٹ کی بیماری کتنی ہیں؟غیبت کی بیماری کتنی ہے؟ غصّہ کی بیماری کتنی ہے؟غرض یہ کہ حضرت نے بہت سی رُوحانی بیماریاں اُن کو گنوائیں،توڈاکٹرز حیرت زدہ رہ گئے کہ یہ بھی بھلا کوئی بیماریاں ہیں؟ان کے بارے میں توہم نے پوری میڈیکل سائنس میں کہیں بھی نہیں پڑھا۔

عقل اور وحی کی روشنی میں فرق

پھر فرمایاکہ آپ کی میڈیکل سائنس عقل کے گرد گھومتی ہے،چوں کہ عقل محدود ہے اس لیے آپ کی میڈیکل سائنس بھی محدود ہے،رُوحانی ڈاکٹرز کا علاج وہاں سے شروع ہوتا ہے جہاں پر میڈیکل سائنس کی انتہا ہوتی ہے، کیوں کہ رُوحانی طبیب اور اللہ والے میڈیکل کی کتابوں سے علاج نہیں کرتے، بلکہ قرآن و حدیث کی روشنی میں علاج کرتے ہیں، جہاں آپ کی میڈیکل سائنس نہیں پہنچ سکتی۔

عقل کا محدود دائرۂ کار

ایک پروفیسر صاحب تھے جو آکسفورڈ یونیورسٹی میں پڑھاتے تھے، ماشاء اللہ! باشرع تھے،انہوں نے مجھے کہاکہ میں نے داڑھی کے موضوع پر آپ کابیان سنا تھاتو اللہ تعالیٰ نے مجھے داڑھی رکھنے کی توفیق عطافرمائی۔انہوں نے مجھ سے پوچھاکہ ہمیں یہ بتایا گیاہے کہ دین کی ہر بات کو پہلے عقل کی کسوٹی پر پرکھو اور اس کے بعد اس پر عمل کرو۔میں نے کہاکہ دیکھو !عقل بھی اللہ تعالیٰ کی پیداکردہ ایک مخلوق ہے،جس کاایک محدود دائرۂ کار ہے،یہ وہیں

تک سوچ سکتی ہے اور سمجھ سکتی ہے جہاں تک اللہ تعالیٰ نے اس کو رسائی دی ہے، اس کے بعد یہ کام کرنا چھوڑ دیتی ہے اور اس کے بعد ہر انسان کو وحی کی روشنی کی ضرورت پڑتی ہے، چناں چہ جو عقل وحی کی روشنی سے بالاتر ہوگی، گمراہی کا شکار ہوگی۔ دنیا میں بڑے بڑے عقل مند اور فلاسفر گزرے ہیں، لیکن جب تک وحی کی روشنی اُن کی عقل پر نہیں پڑی وہ اپنے خالق تک بھی نہ پہنچ سکے، یعنی انہیں زندگی بھر اتنی بات بھی سمجھ میں نہ آئی کہ ہم مخلوق ہیں تو کوئی نہ کوئی ہمارا خالق بھی ہے۔ ان چاند، سورج، سیّاروں، ستاروں کو بنانے والی کوئی ذات ہے۔

محض عقل اللہ تک نہیں پہنچا سکتی

فرعون نے اپنی عقل کے گھوڑے دوڑائے اور وہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کی کوشش میں تھا، اس نے اپنے وزیر ہامان سے کہا کہ زمین سے آسمان تک سیڑھی لگاؤ فَاَطَّلِعَ اِلٰۤی اِلٰهِ مُوْسٰی تاکہ میں موسیٰ کے رب کو جھانک کر دیکھ سکوں، وَ اِنِّیْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا [1] کیوں کہ میں تو (معاذ اللہ) اس (موسیٰ علیہ السلام) کو جھوٹا گمان کرتا ہوں۔ اسی طرح نمرود بھی اللہ تک نہیں پہنچ سکا، کیوں کہ ابراہیم علیہ السلام سے وحی کی روشنی نہیں لی، بلکہ عقل کے گھوڑے دوڑائے اور (معاذ اللہ) خدائی کا دعویٰ کردیا۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”خیز اے نمرود!“ اے نمرود اُٹھ! تو سیڑھی کے ذریعے کبھی بھی اللہ تک نہیں پہنچ سکے گا، بلکہ تو اگر اللہ تک پہنچنا چاہتا ہے تو ابراہیم علیہ السلام سے پر تلاش کر۔ پہنچنا تجھے اللہ تک ہے اور پر کرگسوں کے تلاش کرتا ہے، اس طرح کبھی بھی تو اللہ تک نہیں پہنچ سکتا ہے۔

گمراہ کن عقلی نظریہ

اسی طرح ایک یورپی پروفیسر نے ایک عجیب و غریب نظریہ پیش کیا، اس نے کہا کہ مجھے ایک بات سمجھ میں نہیں آتی اور وہ یہ کہ مسلمانوں کے مذہب میں شادی کا رواج غیر عورت سے کیوں ہے؟ حالاں کہ نہ وہ اسے جانتا ہے، نہ پہچانتا ہے، نہ اس کے مزاج سے واقف ہے، جب کہ اس کے برخلاف اس کے اپنے گھر میں اس کی بہن ہے، جس کو وہ جانتا پہچانتا ہے

[1] المؤمن:۳۷

اور اس کے مزاج سے بھی واقف ہے، تو وہ اپنی بہن سے ہی نکاح کیوں نہیں کرلیتا؟ اب اگر محض عقل کی بنیاد پر اسے جواب دیا جائے تو اس کی سمجھ میں بات آ ہی نہیں سکتی، جب تک کہ وحی کی روشنی میں محرم اور غیر محرم کے تصوّر کو واضح نہ کیا جائے۔

ایک سادہ مثال

اسی طرح ایک اور نہایت سادہ مثال ہے جو میں نے آکسفورڈ یونیورسٹی کے ان پروفیسر کو دی، وہ یہ کہ نواقضِ وضو (وضو کو توڑنے والی چیزوں) میں جہاں دیگر نواقض ہیں وہیں پر خروجِ ریح (ہوا کا خارج ہونا) بھی ہے جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

اب جس کا بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے وہ دوبارہ وضو کرتا ہے، ہاتھ دھوتا ہے، پیر دھوتا ہے، مسح کرتا ہے، تو سوال یہ ہے کہ اس کی ضرورت کیا ہے؟ جہاں سے ہوا خارج ہوئی ہے اس مقام کو ایک لوٹے سے دھولیا جائے تو وضو پھر دوبارہ ہو جانا چاہیے لیکن دوبارہ پورا وضو کرنا پڑتا ہے۔

تو میں نے اُن سے کہا کہ دیکھیے! اس موقع پر مکمل وضو کرنے کی کوئی عقلی وجہ سمجھ میں نہیں آتی، لیکن یہاں وضو کرنے کا جو حکم ہے ایسے احکام کو شریعت میں "امرِ تعبدی" کہا جاتا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے اسی طرح فرمایا ہے، ہم چوں کہ بندے اور غلام ہیں لہٰذا ہم پر بلا چوں وچرا اس پر عمل کرنا لازم ہے۔

کہنے لگے ہاں! یہ بات پہلے میری سمجھ میں نہیں آئی، تو میں نے کہا کہ صرف یہ بات نہیں بلکہ آپ کی سمجھ میں بہت سی باتیں نہیں آئیں، کیوں کہ عقل سے چلنے والوں کو اسی قسم کے اعتراضات ہوتے ہیں۔

نیچری فرقہ کی حقیقت

حتیٰ کہ بہت سے تجدّد پسند لوگ گزرے ہیں، جو بظاہر بہت بڑے عقل مند شمار ہوتے ہیں، کافی کتابیں بھی لکھ ڈالی ہیں، لیکن مدار اور محور عقل کو بنایا تو گمراہ ہوگئے، چناں چہ ہند و پاک میں ایک فرقہ وُجود میں آیا، جنہیں ہم "نیچری" کہتے ہیں یعنی جو صرف نیچر اور فطری اُمور پر یقین رکھتا ہے، جو چیز بھی نیچر اور عقل سے بالاتر لگی اس کا انکار کردیا، چناں چہ اس فرقہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا انکار کردیا اور

آیاتِ قرآنیہ میں جہاں موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا ذکر ہے وہاں پر غلط سلط تاویلیں کیں اور گمراہ ہوگئے۔

وجہ وہی ہے کہ عقل کو مدار بنایا اور ماوراء العقل اُمور کا انکار کر کے گمراہ ہوگئے۔ لیکن اگر یہی لوگ کسی اللہ والے پر فدا ہوتے تو اپنی عقلوں کو ناقص پاتے، حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

ساری دنیا کی خرد آئی فدا ہونے کو
جب کوئی جوش جنوں چاکِ گریباں نکلا

اَللّٰھُمَّ احۡفَظۡنَا اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے حفظ وامان میں رکھے اور اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ذکر کردہ آیت کا ترجمہ

فَمَنۡ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنۡ یَّھۡدِیَہٗ یَشۡرَحۡ صَدۡرَہٗ لِلۡاِسۡلَامِ ۚ
وَمَنۡ یُّرِدۡ اَنۡ یُّضِلَّہٗ یَجۡعَلۡ صَدۡرَہٗ ضَیِّقًا حَرَجًا کَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِ ؕ
کَذٰلِکَ یَجۡعَلُ اللّٰہُ الرِّجۡسَ عَلَی الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ

”غرض جس شخص کو اللہ ہدایت تک پہنچانے کا ارادہ کرے اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جس کو (اس کی ضد کی وجہ سے) گمراہ کرنے کا ارادہ کرے اس کے سینے کو تنگ اور اتنا زیادہ تنگ کر دیتا ہے کہ اسے ایمان لانا ایسا مشکل معلوم ہوتا ہے کہ جیسے اسے زبردستی آسمان پر چڑھنا پڑ رہا ہو، اسی طرح اللہ تعالیٰ ان کی گندگی کو ان لوگوں پر مسلط کر دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے“۔

(آسان ترجمہ قرآن)

”تفسیر القرآن بالحدیث“ کا مفہوم

اس آیت کی تفسیر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیثِ مبارکہ میں فرمائی جسے ”تفسیر القرآن بالحدیث“ کہا جاتا ہے اور یہ تفسیر مفسرین کے نزدیک سب سے زیادہ موثّق (قابلِ اعتماد) کہلاتی ہے کیوں کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر فرمائی، جسے

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔

فضائل و مناقب حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ صحابی ہیں جن کے بارے میں آتا ہے:

اَفْضَلُ الصَّحَابَةِ بَعْدَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ

کہ خلفاء راشدین کے بعد تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سب سے زیادہ افضل حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

كَنَّانِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

خود فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "ابو عبد الرحمٰن" کی کنیت دی تھی۔

وَكَانَ سَادِسًا فِي الْاِسْلَامِ وَشَهِدَ بَدْرًا

ابتدا میں اسلام لانے والے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں چھٹے نمبر پر ہیں اور بدری صحابی ہیں (یعنی غزوۂ بدر کے ان خوش نصیب تین سو تیرہ (۳۱۳) صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ہیں جنہوں نے سب سے پہلا کفار کے خلاف جہاد کیا)۔

وَبَشَّرَهٗ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجَنَّةِ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں جنت کی بشارت دی۔

وَكَانَ يُشْبِهُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کو نہایت غور سے، عقیدت و محبت کے ساتھ بار بار دیکھا کرتے تھے کیوں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بے حد مشابہ تھے۔

وَتَلَقَّنَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعِيْنَ سُوْرَةً

اور جس ذات پر قرآن کریم نازل ہوا اس ذات سے ستّر سورتیں قرآن کریم کی یاد کیں۔

(اور آج ہم اپنے بزرگوں اور اساتذہ کے جوتے سیدھے کرتے ہیں، وہ آتے ہیں تو ان کو پہناتے ہیں، اس کی ابتدا بھی سب سے پہلے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نے کی۔)

وَكَانَ يُلْبِسُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعْلَيْهِ ثُمَّ يَمْشِىْ اَمَامَهٗ بِالْعَصَا

اور وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نعلین مبارک پہناتے تھے اور عصا لے کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے چلتے تھے۔

بزرگوں کے ساتھ چلنے کے آداب

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیشہ اپنے بزرگوں یا استادوں کے پیچھے پیچھے چلنا چاہیے، لیکن یہ ادب ہر وقت کا نہیں ہے، کبھی ساتھ ساتھ چلنا ادب ہوتا ہے اور کبھی آگے چلنا ادب ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے شیخ سے یا بزرگوں واستادوں سے چلتے ہوئے کوئی بات کرنا چاہتا ہے تو اس کو چاہیے کہ ساتھ ساتھ چلے، پیچھے رہ کر بات نہ کرے، تاکہ انہیں بات سننے کے لیے بار بار پیچھے نہ دیکھنا پڑے، بلکہ یہاں ادب یہ ہے کہ ساتھ ساتھ چلتے رہیں اور بات بھی کرتے رہیں۔ اسی طرح کبھی آگے چلنا ادب ہوتا ہے، مثلاً کسی ایسی جگہ جارہے ہیں جہاں جھاڑیاں وغیرہ ہیں یا راستہ صاف نہیں ہے تو اس وقت شیخ سے آگے آگے چلے اور جس قدر ممکن ہو راستہ صاف کرتا جائے، جھاڑیوں کو ایک طرف کرتا جائے تاکہ شیخ کو یا استاد کو چلنے میں سہولت ہو۔ ادب میں اصول یہ ہے کہ شیخ کو تکلیف نہ ہو، بلکہ راحت ہو۔ اگر پیچھے چلنے میں راحت ہو تو پیچھے چلے، ساتھ چلنے میں راحت ہو تو ساتھ چلے، اور آگے چلنے میں راحت ہو تو آگے چلے، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے چلتے تھے اور ہاتھ میں عصا ہوتا تھا تاکہ کوئی جھاڑی وغیرہ آئے تو عصا سے ایک طرف کردیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سہولت سے گزر سکیں۔

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب غارِ ثور میں تشریف لے گئے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غار کے باہر آپ کو روک لیا اور خود آگے جاکر پہلے غار کی صفائی فرمائی اور اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اندر تشریف لانے

کے لیے عرض کیا۔اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنے بزرگوں کی راحت کی غرض سے اگر ان سے آگے بڑھ کر کوئی راحت کا سامان کرنا چاہیں تو کرسکتے ہیں۔

اسی طرح بعض لوگ آہستہ آواز میں بات کرنے کو ادب سمجھتے ہیں،اب شیخ یا استاد بار بار پوچھ رہے ہیں کہ کیا کہہ رہے ہو؟ جس سے تکلیف ہوتی ہے۔ ادب یہ ہے کہ بات کرتے وقت آواز معتدل انداز میں کچھ بلند ہو،تاکہ شیخ یا استاد اسے سہولت سے سن سکے،اسی طرح اگر دور ہو تو اور بلند آواز سے بھی بات کی جاسکتی ہے،لیکن ''لہجہ'' بہر حال پست ہونا چاہیے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے عصا لے کر چلتے تھے حَتّٰی اِذَا اَتٰی بِمَجْلِسِہٖ فَنَزَعَ نَعْلَیْہِ ثُمَّ اَدْخَلَھُمَا فِیْ ذِرَاعَیْہِ اور جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منزلِ مقصود پر تشریف لے آتے تو آپ کے نعلین مبارک اُتارتے۔

اور آج قراء حضرات بآوازِ بلند قرأت کرتے ہیں،اس کی ابتدا کرنے والے بھی یہی صحابی ہیں۔ ھُوَ اَوَّلُ مَنْ جَھَرَ بِالْقُرْاٰنِ بِمَکَّۃَ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وہ سب سے پہلے صحابی تھے جنھوں نے قرأت بالجہر یعنی بلند آواز سے قرآن پڑھنے کی ابتدا کی۔

اور اتنی کثرت سے بآوازِ بلند قرآن پڑھتے تھے کہ حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو شبہ ہوا کہ وہ ریا کرتے ہیں،تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بلند آواز سے قرآن پڑھتے ہیں،تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دل میں ایک تڑپ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی آواز ہر شخص کے کان میں پڑجائے اس لیے وہ بلند آواز سے قرآن مجید پڑھتے ہیں،لہٰذا رِیا کا شبہ مت کرو۔وُلِّیَ الْقَضَاءُ بِالْکُوْفَۃِ فَمَاتَ بِالْمَدِیْنَۃِ الْمُنَوَّرَۃِ وَدُفِنَ بِالْبَقِیْعِ کوفہ کے قاضی مقرر ہوئے اور مدینہ منورہ میں انتقال ہوا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔[۵]

۵؎ تاریخ دمشق لابن عساکر:۶۰/۳۳،عبد اللہ ابن مسعود،ذکرہ معنًی

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی امتیازی خصوصیات

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی امتیازی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ تھی کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر قرب تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ باقی صحابہ رضی اللہ عنہم میرے مسجد میں آنے کا انتظار کریں لیکن عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کو اجازت ہے کہ وہ جب چاہیں میرے حجرے کی دیوار سے کان لگالیں اور میری باتیں سنیں۔

اسی طرح ان کی ایک اور خصوصیت یہ تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے خاص طور پر فرمایا تھا کہ

رَضِیْتُ لِاُمَّتِیْ مَا رَضِیَ لَهَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ[٦]

کہ میں اپنی اُمت کے لیے ہر اس بات پر راضی ہوں جس پر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ راضی ہیں۔

قرآن فہمی کے لیے عربی دانی کافی نہیں

اس قدر جلیل القدر صحابی جو اَفقہ الصحابہ کہلاتے تھے یعنی تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین میں سب سے زیادہ فقہ کا علم رکھنے والے تھے، فرماتے ہیں کہ اِذَا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ کہ جب قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی فَصَعِدَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے وَتَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ اور اس آیت کو تلاوت فرمایا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین عربی زبان جانتے تھے بلکہ عربی زبان میں افصح العرب (عرب کے لوگوں میں سب سے زیادہ فصیح) تھے، اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پوچھتے ہیں کہ مَاشَرْحُ هٰذِهِ الْاٰيَةِ يَا رَسُوْلَ اللهِ ؟

---

[٦] المستدرك على الصحيحين للحاكم: ٣/٣٥٩ (٥٣٨٨)، ذكر مناقب عبد الله بن مسعود، دار الكتب العلمية، بيروت

اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! اس آیت کی شرح کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اِنَّ النُّوْرَ اِذَا قَذَفَ فِی الْقَلْبِ اِنْشَرَحَ لَہٗ صَدْرُہٗ کہ جب نور کسی مؤمن کے قلب میں داخل ہوجاتا ہے تو اس کا سینہ (اللہ کی طرف سے اسلام کے لیے) کھل جاتا ہے اور منشرح ہوجاتا ہے، فَقِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللہِ (صلی اللہ علیہ وسلم) پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے سوال کیا ھَلْ لِّذٰلِکَ عَلَامَۃٌ کہ کیا اس کی کوئی علامت بھی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تین علامات بیان فرمائیں:

۱) اَلتَّجَافِیْ عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ اس دھوکے باز دنیا سے بے رغبتی۔

۲) وَالْاِنَابَۃُ اِلٰی دَارِ الْخُلُوْدِ آخرت کی طرف رغبت۔

۳) وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِہٖ مرنے سے پہلے مرنے کی تیاری۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک ادا کو محفوظ فرمایا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اسلام کی بنیاد اور اساس ہیں،ایک ایک حدیث کے الفاظ اور اس کے نزول کی کیفیت اور نزول کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت کو کس قدر وضاحت سے بیان فرمایا کہ جب آیت اُتری تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے، پھر اس طرح سوال ہوا،اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیاوغیرہ،ان کیفیات تک کو محفوظ فرمادیا،یہ حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت و عقیدت کی دلیل ہے۔اور دیکھیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین عربی جاننے اور سمجھنے کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی تشریح پوچھ رہے ہیں اور وہ آیت کا مفہوم مکمل طور پر نہیں سمجھ سکے۔

نام نہاد پروفیسروں کی تفسیر معتبر نہیں

آج کل کتنے ہی پروفیسر حضرات ہیں جو عربی کے ایک لفظ سے واقف نہیں لیکن

جگہ جگہ قرآن کی تفسیریں کرتے پھرتے ہیں، وہ نہ عربی زبان سے واقف ہیں، نہ اس کے قواعد سے واقف ہیں، تفسیر کا علم باقاعدہ طور پر نہیں حاصل کیا، لیکن اپنی طرف سے صرف ترجمہ دیکھ کر تفسیریں کرتے پھر رہے ہیں۔

سب سے زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ ان کو قرآن بھی تجوید کے ساتھ پڑھنا نہیں آتا، الفاظ کی ادائیگی صحیح نہیں کرتے، مخارج وصفات کا لحاظ نہیں کرتے۔ جن کو قرآنِ مجید ہی صحیح نہیں پڑھنا آتا ان کو کیا حق ہے کہ تفسیر بیان کریں؟

مدارسِ عربیہ میں تفسیرِ قرآن کی تعلیم کا اہتمام

مدارسِ عربیہ میں ثانیہ سے لے کر سابعہ تک پورے چھ سال تفسیر پڑھائی جاتی ہے، اس کے بعد تفسیر کا دورہ ہوتا ہے، تب کہیں جا کر تفسیر بیان کرنے کا ملکہ پیدا ہوتا ہے۔ دراصل قرآن کی تفسیر کرنے کے لیے اٹھارہ علوم میں مہارت ضروری ہے، جن میں صرف، نحو، ادبِ عربی، بلاغت، فقہ، حدیث، منطق، فلسفہ، اصولِ فقہ، اصولِ حدیث، اصولِ تفسیر، تاریخِ اسلام، علم المعانی، تصوف وسلوک وغیرہ شامل ہیں، جن کو پڑھانے کے لیے مدارسِ عربیہ دس دس، بارہ بارہ سال صَرف کرتے ہیں، جب کہ یہ پروفیسر کوئی دو تین ماہ کا مختصر (شارٹ) کورس کرکے قرآن کا ترجمہ کھول کر اس کی تفسیر شروع کر دیتے ہیں۔

جس کا کام اسی کو ساجھے

اگر کوئی مسجد کا امام ہو اور اُسے میڈیکل سائنس کا علم نہ ہو، بس ایک آدھ کتاب پڑھ کر میڈیکل یونیورسٹی کھول لے اور پڑھانا شروع کر دے تو سارے ڈاکٹر فوراً بول پڑیں گے اور کیس دائر کر دیں گے، لیکن اگر ان نام نہاد پروفیسروں کی تفسیرِ قرآن کا رد کیا جائے تو ہر طرف سے شور اُٹھتا ہے کہ دین پر کسی کا ٹھیکہ نہیں، سب کو حق ہے کہ قرآن کی تفسیر کرے، اگر سب کو اس کا حق ہے تو آپریشن تھیٹر میں بھی ہر کس وناکس کو دخل دینے کا حق ہونا چاہیے، اگر مسجد کے امام صاحب آپریشن تھیٹر میں آپریشن کرنے لگ جائیں تو سارے ڈاکٹر فوراً کھڑے ہو جائیں گے اور احتجاج شروع کر دیں گے۔ جب وہاں یہ حق حاصل نہیں تو یہاں

کیسے ممکن ہے؟ حالاں کہ وہ ایک انسان کی صحت کا مسئلہ ہے تو کیا ایمان کا مسئلہ انسان کی صحت سے بڑھ کر نہیں؟ اس لیے ان پروفیسروں کو چاہیے کہ قرآن وحدیث کو ان بوریا نشین علماء کے سپرد کردیں اور تفسیر بالرائے کے مرتکب ہو کر اپنی آخرت تباہ نہ کریں۔

شرحِ صدر کی تفسیر

صحابہ کرام نے قرآن فہمی و عربی فہمی کے باوجود آپ سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی، تو آپ نے تشریح فرمائی: اِنَّ النُّوْرَ اِذَا قَذَفَ فِی الْقَلْبِ اِنْشَرَحَ لَهُ الصَّدْرُ کہ ''شرحِ صدر'' درحقیقت ایک نور ہے، جب کسی مؤمن کے دل میں داخل ہو جاتا ہے تو اس کا سینہ کھل جاتا ہے، یعنی اس پر عمل آسان ہو جاتا ہے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، جہاد اور دیگر احکامِ اسلام پر عمل کرنا اس کے لیے آسان و سہل ہو جاتا ہے۔

ورزش آسان، نماز مشکل

اب نماز ہی کو لے لیجیے! کتنے لوگ ہیں جو سات سات، آٹھ آٹھ گھنٹے ورزش کرتے ہیں، دوڑتے ہیں، وزن اُٹھاتے ہیں، لیکن اگر اُن سے کہا جائے کہ صرف فجر کی چار رکعات پڑھ لیں تو کہتے ہیں کہ یہ آٹھ گھنٹے کی ورزش آسان ہے لیکن چار رکعات پڑھنا مشکل ہے۔

نماز ایک بھاری عمل ہے

قرآن میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِیْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِیْنَ [ک]

صبر اور نماز کے ذریعے سے مدد حاصل کرو، نماز بھاری ضرور معلوم ہوتی ہے، مگر اُن لوگوں کو نہیں جو خشوع (یعنی دھیان اور عاجزی) سے پڑھتے ہیں۔

(آسان ترجمہ قرآن)

ک البقرۃ:۴۵

نماز کے بھاری ہونے کے بارے میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے بیان فرمایا لیکن ان لوگوں کا استثناء بھی فرمایا ہے جن کے لیے نماز بہت ہلکی اور آسان ہے اور وہ لوگ خاشعین ہیں۔

نماز کے بھاری عمل ہونے کی دو وجوہات

علامہ آلوسی سید محمود بغدادی فرماتے ہیں: اَلضَّمِیْرُ لِلصَّلٰوۃِ کہ ما قبل میں دو چیزوں کا ذکر ہے صبر اور صلوٰۃ لیکن یُرَدُّ الضَّمِیْرُ اِلَیْھَا چوں کہ صلوٰۃ مؤنث ہے اس لیے "ھَا" مؤنث کی ضمیر کو اس کی طرف لوٹایا گیا ہے۔ اور نماز کو بہت بھاری عمل دو وجہ سے قرار دیا گیا:

۱) لِعَظْمِ شَاْنِھَا

اس لیے کہ نماز ایک مہتم بالشّان امر ہے اور فرض ہے، اسی لیے اس کو بھاری عمل کہا گیا۔ اسی اہتمامِ شان کی وجہ سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقتِ وصال امت کو اَلصَّلٰوۃُ، اَلصَّلٰوۃُ کا حکم فرمایا کہ نماز کا اہتمام کرو۔ اور نماز کی اہمیت اس سے بھی واضح ہے کہ دائرۂ اسلام میں داخل ہونے کے بعد سب سے اوّل فریضہ نماز ہی کا عائد ہوتا ہے اور بروزِ قیامت سب سے پہلا سوال نماز ہی کے بارے میں ہوگا۔

۲) وَاسْتِجْمَاعِھَا ضُرُوْبًا مِّنَ الصَّبْرِ

نماز کے بھاری عمل ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ عمل صبر کی مختلف انواع کا مجموعہ ہے۔ جس سے مراد یہ ہے کہ انسان ایک کام میں مشغول ہے اور اچانک اذان کی آواز آتی ہے اب اس کام کو فوراً چھوڑنا اسے بڑا صبر آزما معلوم ہوتا ہے، اسی طرح فجر کی نماز میں نیند سے بیدار ہونا، سردی میں وضو کرنا، ہر وقت پاک رہنے کی فکر کرنا، یہ سب کام اسے صبر آزما اور بھاری معلوم ہوتے ہیں، لیکن اگر کوئی شخص اپنے اندر خشوع و خضوع پیدا کرلے اور اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا اِستحضار رکھے تو یہی کام آسان بلکہ مزیدار معلوم ہوتے ہیں۔

حضرت والد صاحب فرماتے تھے کہ جب اذان ہو تو یہ تصوّر کرو کہ خالق کی طرف سے بلاوا ہے، مالک نے یاد کیا ہے، جو غلام کے لیے ایک سعادت کی بات ہے، اور حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃُ

کا ترجمہ اس طرح فرماتے تھے کہ اے میرے غلامو! جلدی جلدی وضو کر لو اور نماز کی طرف آجاؤ، کامیابی کی طرف آجاؤ۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص سے بھی نماز کا اہتمام نہ ہو پاتا ہو، اور نماز ایک بھاری عمل معلوم ہوتا ہو اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے خالق و مالک ہونے اور اپنی غلامی کا استحضار کرے اور یہی در حقیقت خشوع ہے، اگر ہمارے اندر یہ خشوع اور عاجزی پیدا ہو جائے تو خود بخود نماز کی طرف قدم اُٹھنے لگیں گے، اور نماز جیسا بھاری عمل خشوع کی برکت سے آسان اور سہل ہو جائے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خاشعین کا استثناء فرمایا ہے۔

علامہ آلوسی سیّد محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے لَكَبِيْرَةٌ میں کبر کا معنیٰ یہ بیان فرمایا کہ كِبْرُهَا اَیْ ثِقْلُهَا نماز کے بڑے عمل ہونے سے مراد اس کا بہت بھاری ہونا ہے، اور فرمایا کہ وَصُعُوْبَتُهَا عَلٰى مَنْ يَّفْعَلُهَا کہ اس کے پڑھنے والے کے لیے یہ عمل نہایت مشکل ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود اس کا نماز کا اہتمام کرنا اس کے لیے خشوع کی بشارت ہے۔ یعنی جو شخص بھی نماز کا اہتمام کرے تو سمجھ لیں کہ اس میں خشوع و خضوع ہے۔ کیوں کہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے خَاشِعِيْنَ کا معنیٰ لکھا ہے: اَیِ الْمُتَوَاضِعُوْنَ الْمُسْتَكِيْنُوْنَ[۸] کہ خاشعین سے وہ لوگ مراد ہیں جو بے پناہ تواضع کرنے والے ہیں اور عاجزی کرنے والے ہیں۔ جو شخص نماز کو ضایع کر دے وہ دوسرے اعمال کو زیادہ ضایع کرنے والا ہو گا۔ حدیث شریف میں ہے کہ مَنْ ضَيَّعَ الصَّلٰوةَ فَهُوَ لِمَا سِوَاهَا اَضْيَعُ[۹] کہ جو شخص نماز کو ضایع کر دے اور نماز کا اہتمام نہ کرے تو وہ اس کے علاوہ جتنے بھی اعمال ہیں اس کا بدرجہ اولیٰ ضایع کرنے والا ہو گا۔ کیوں کہ ایک مسلمان کی زندگی میں سب سے زیادہ مہتم بالشّان امر نماز ہے، اب اگر کوئی اس مہتم بالشّان فریضے ہی کی ادائیگی نہ کرتا ہو وہ دیگر احکامات پر کیا عمل کرتا ہو گا؟ نیز بروزِ قیامت سب سے پہلا سوال نماز ہی کا ہو گا، گویا نماز کو اُخروی نجات کے لیے کسوٹی قرار دیا گیا ہے۔

---

۸ روح المعانی: ۱/۲۵۰، البقرة (۴۵)، دار احیاء التراث، بیروت

۹ السنن الکبرٰی للبیهقی: ۱/۶۵۴ (۲۰۹۶)، باب کراهیة تاخیر العصر، دار الکتب العلمیة، بیروت

نماز میں غفلت اور عذرِ لنگ کا علاج

لیکن آج ہماری اس سے بے پناہ غفلت ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ کپڑے پاک نہیں، کپڑوں کا پاک نہ رکھنا درحقیقت نماز ہی سے غفلت کی وجہ سے ہوتا ہے، کیوں کہ جس شخص کو نماز کی فکر ہوگی وہ نماز سے پہلے ہی اپنی پاکی کی فکر کرے گا۔

اسی طرح بعض لوگ کہتے ہیں کہ نماز میں وسوسے آتے ہیں اس لیے نماز نہیں پڑھتے، اس کے دو علاج ذکر کرتا ہوں:

وساوس کے دو علاج

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! وساوس کا علاج اس کے سوا کچھ نہیں کہ اس کی طرف التفات (توجہ) نہ کیا جاوے، بس اپنے کام میں لگے رہیں۔ وسوسہ گویا ایک تار ہے جس میں کرنٹ ہے، اگر اس کو پکڑو گے تو کرنٹ لگ جائے گا، اسی طرح اگر اس کو پکڑ کر دور پھینکو گے تب بھی کرنٹ لگے گا، اس لیے وسوسوں کو نہ بھگاؤ اور نہ ان کی طرف توجہ کرو بلکہ انہیں اپنے حال پر چھوڑ دو اور اپنے کام میں لگے رہو۔

اور دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اور اللہ والوں کی صحبت میں رہ پڑو، ان شاء اللہ تعالیٰ! ہر قسم کے وساوس سے نجات پا جاؤ گے۔ وساوس کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اُنہیں نماز نہ پڑھنے کا بہانہ نہیں بنانا چاہیے۔

حال ہی میں ایک مختصر رسالہ ''وساوس کا علاج'' بھی احقر کی زیرِ نگرانی شایع ہو چکا ہے، جس کو اب جدید انداز میں ترتیب بھی دے دیا گیا ہے، اس میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات و مواعظ سے اقتباس کر کے وساوس کے بارے میں متعدد علاج ذکر کیے گئے ہیں، وہ خانقاہ سے مفت لے سکتے ہیں، اس کا مطالعہ ایک دفعہ کریں ان شاء اللہ! وساوس سے مکمل چھٹکارا مل جائے گا۔

ہمارے دلوں کی ویران دنیا

دراصل ہمارے دل کی مثال اس گھر کی سی ہے جو سالوں سے ویران پڑا ہو، جب ہم اس میں داخل ہو کر لائٹ جلاتے ہیں تو فوراً ہمیں مختلف قسم کے حشرات الارض اور کیڑے مکوڑے نظر آنے لگتے ہیں، کوئی چوہا اِدھر دوڑ رہا ہے، کبھی چھپکلی اُدھر کو چل رہی ہے تو کیا ہم اس کو بند کر کے چھوڑ دیتے ہیں اور اس میں نہیں رہتے؟، ہر گز نہیں! جب رہنا شروع کرتے ہیں تو چوہے اور چھپکلیاں خود ہی بھاگ جاتے ہیں۔

بالکل اسی طرح ہمارے دل میں نجاست اور گناہوں کی گندگیاں بھری ہوئی ہیں، جس کے باعث دل ویران ہیں چناں چہ جیسے ہی ہم نماز شروع کرتے ہیں تو نماز چوں کہ روشنی ہے اس لیے فوراً قلب میں ایک نور ظاہر ہوتا ہے اور دل روشن ہو جاتا ہے، اب ہمیں گناہوں کی نجاستیں نظر آنے لگتی ہیں لیکن اس کی وجہ سے نماز چھوڑ دینا بہت بڑی حماقت ہے، نماز نہ چھوڑیں بلکہ پڑھتے رہیں، اپنے کام میں لگے رہیں، ان شاء اللہ جب قلب میں نماز کا نور آئے گا تو خود بخود گناہوں کے اندھیرے چھٹ جائیں گے، جیسے ویران گھر میں شروع میں تو چھپکلیاں اور چوہے دوڑتے بھاگتے نظر آتے ہیں مگر جیسے ہی وہاں باقاعدہ رہایش ہو جاتی ہے اور روشنیوں کا بسیرا ہو جاتا ہے تو آہستہ آہستہ خود ہی یہ سب چیزیں چلی جاتی ہیں۔

شرحِ صدر کی پہلی علامت

پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت فرمایا کہ هَلْ لِّذٰلِكَ عَلَامَةٌ؟ کہ یارسول اللہ! شرحِ صدر کی کیا علامت ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اَلتَّجَافِيْ عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ کہ اس دنیا سے جو دھوکے کا گھر ہے، وہ شخص علیحدہ رہتا ہے اور بچ کر رہتا ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ کہ دنیا کی زندگی سوائے دھوکے کی پونجی کے اور کچھ نہیں، قرآن کریم چوں کہ عربوں کے محاورہ پر نازل ہوا، محاورۂ عرب میں ''متاع'' اس صافی کو کہتے ہیں جس سے برتن مانجھے جاتے ہیں اور پھر اسے پھینک دیا جاتا ہے۔

متاع کا معنیٰ ومفہوم

علامہ اصمعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے تین لغات کی تلاش تھی:

۱)رقیم...۲)متاع...۳)تبارک... کہ محاورۂ عرب میں ان الفاظ کا صحیح مطلب کیا ہے؟ بہت زیادہ سوچ وبچار اور پوچھ گچھ کے بعد ان الفاظ کے مطلب کے بارے میں شرحِ صدر نہیں ہوا، تو میں نے سر زمینِ عرب کا سفر کیا، ایک چھوٹے سے گاؤں میں پہنچا، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک عورت کھانا پکا رہی ہے، ایک چھوٹا سا بچہ قریب میں کھیل رہا ہے، عورت اُٹھ کر کسی کام سے چلی گئی، اتنے میں ایک کتا آیا اور چولہے کے پاس سے وہ کپڑا جس سے برتن وغیرہ صاف کیے جاتے ہیں اور جب زیادہ گندا ہوتا ہے تو پھینک دیتے ہیں، جسے اردو میں "صافی" کہتے ہیں، اس صافی کو اپنے منہ میں دبائے بھاگا اور پہاڑ کی بلند چوٹی پر بیٹھ گیا، علامہ اصمعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ماجرا دیکھا، جب ماں واپس ہوئی تو بچے نے اپنی ماں سے شکایت کی اور کہا یَا اُمِّیْ، جَاءَ الرَّقِیْمُ وَاَخَذَ الْمَتَاعَ وَتَبَارَكَ الْجَبَلَ کہ ایک کتا آیا اور صافی لی اور پہاڑ پر چڑھ گیا۔

علامہ اصمعی رحمۃ اللہ علیہ نے جیسے ہی اس بچے کا یہ جملہ سنا، فوراً انہیں وجد آگیا اور فرمایا کہ ایک ہی جملے میں تینوں لغات حل ہوگئیں۔

یہاں پر علامہ اصمعی رحمۃ اللہ علیہ کے اس واقعہ کے ذکر کرنے کا مقصد دنیا کی حقیقت کو واضح کرنا ہے، مشکوٰۃ شریف میں کتاب النکاح میں یہ حدیث ذکر کی گئی ہے اَلدُّنْیَا کُلُّهَا مَتَاعٌ وَخَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا اَلْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ [۱] کہ ساری دنیا متاع ہے اور سب سے بہترین متاع نیک صالح بیوی ہے۔

اس حدیث میں دنیا کو "متاع" کہا گیا ہے اور متاع کا مطلب ابھی ذکر کیا گیا کہ وہ صافی جس کا مقصد صرف اتنا ہوتا ہے کہ اس کے ذریعے کچھ دن برتن مانجھ لیے جائیں اور جب زیادہ بوسیدہ ہوجائے تو اسے پھینک دیا جائے، بالکل اسی طرح دنیا کی بھی اتنی ہی حیثیت واہمیت ہونی چاہیے کہ بقدرِ ضرورت جتنی ہو حلال طریقے سے مال کمایا جائے اور پھر قناعت اختیار کی جائے۔

---

[۱] مشکوٰۃ المصابیح: ۲/۲۶۷، کتاب النکاح، المکتبۃ القدیمیۃ

کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ دنیا کے لیے اتنی بھاگ دوڑ اور محنت کرو جتنا کہ اس میں رہنا ہے اور آخرت کے لیے اتنی محنت کرو جتنا کہ اس میں رہنا ہے۔

یہ دنیا اتنی بے وفا ہے کہ جب تک آپ اسے اپنے سے جدا نہیں کرتے، آپ بالکل بے بس اور مجبور ہیں، حتّٰی کہ ایک منرل واٹر کی بوتل کے لیے جب آپ دوکان پر جاتے ہیں تو وہ پہلے آپ سے رقم کا مطالبہ کرتا ہے اور اس کے بعد بوتل دیتا ہے، آپ نے اس محبوب دنیا کو اپنے آپ سے جدا کیا تو منرل واٹر کی بوتل ملی وگرنہ کبھی نہ ملتی۔

دنیا تمہارے لیے اور تم آخرت کے لیے ہو

حضور اکرم سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فَاِنَّکُمۡ خُلِقۡتُمۡ لِلۡاٰخِرَۃِ، وَالدُّنۡیَا خُلِقَتۡ لَکُمۡ[۱۱]

تمہیں آخرت کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور دنیا کو تمہارے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں انسانوں کے اس دنیا میں آنے کا جو حقیقی مقصد بیان کیا ہے وہ عبادت ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَ الۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ[۱۲]

میں نے جنّات اور انسانوں کو صرف اور صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

گویا تخلیقِ انسان کی وجہ ہی عبادت و ریاضت ہے، مگر امتحان کو اس قدر بکھیر دیا ہے کہ انسان دنیا کی رنگینیوں میں لگا رہتا ہے اور آخرت سے غافل ہو جاتا ہے۔

قبر تیار ہے بس جانے کی دیر ہے

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب مولانا مطلق بولا جائے تو اس

---

۱۱ شعب الایمان للبیہقی: ۱۳/۱۵۳(۱۰۰۹۷)، بابٌ فی الزھد وقصر الامل، مکتبۃ الرشد/ الدُّر المنثور: ۱۴/۶۹۰، مطبوعۃ القاھرۃ

۱۲ الذّٰریٰت: ۵۶

سے مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ مراد ہوتے ہیں، یہ لفظ ان کے ساتھ خاص ہے۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ اس کو ایک مثال سے سمجھاتے ہیں کہ قبرستان میں گورکن ہمیشہ قبروں کو پہلے سے کھود کر تیار رکھتا ہے تاکہ اگر کوئی قبر کا آرڈر دے تو اسے تیار قبر دکھا کر فوری کیش رقم وصول کرلے، مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے لیے قبریں تیار ہیں، بس صرف جانے کی دیر ہے۔

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کی فضیلت

آپ حضرات کے سامنے جو حدیث پڑھی گئی ہے، اس میں دنیا کو دار الغرور کہا گیا ہے، اس کی تفسیر حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالے سے ذکر کرتا ہوں۔ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ بڑے جلیل القدر تابعی ہیں، تفسیر میں اُن کی جلالتِ قدر کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کوفہ تشریف لے گئے تو لوگوں نے سوچا کہ آج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تشریف لائے ہوئے ہیں، ان سے کچھ سوالات کرتے ہیں، چناں چہ لوگوں نے اُن سے تفسیر سے متعلق کچھ سوالات شروع کردیے، تو انہوں نے فرمایا اَنْتُمْ تَسْـَٔلُوْنَنِیْ وَفِیْکُمْ سَعِیْدُ بْنُ جُبَیْرٍ[۱۳] کہ تم تفسیر سے متعلق مجھ سے سوالات پوچھتے ہو، جب کہ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ جیسا عظیم مفسر و محدث تمہارے درمیان موجود ہے۔

متاع الغرور کی جامع تفسیر

وہ اس حدیث (اَلتَّجَافِیْ عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ) کی تفسیر فرماتے ہیں کہ یہ دنیا ہر وقت اور ہر صورت میں دھوکے کا گھر نہیں۔

اَلدُّنْیَا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ اِنْ اَلْھَتْكَ عَنِ الْاٰخِرَةِ کہ دنیا دھوکے کی پونجی اس وقت ہے اِنْ اَلْھَتْكَ عَنْ طَلَبِ الْاٰخِرَةِ جب کہ وہ تمہیں آخرت سے غافل کردے

---

[۱۳] تفسیر البغوی:۱۸/۱

فَأَمَّا اِذَا دَعَتْكَ اِلٰى طَلَبِ رِضْوَانِ اللهِ تَعَالٰى وَطَلَبِ الْاٰخِرَةِ فَنِعْمَ الْمَتَاعُ وَنِعْمَ الْوَسِيْلَةُ[۱۴] اور اگر آپ نے اسے آخرت کمانے کا ذریعہ بنادیا تو یہ بہترین متاع ہے، اس سے بہتر کوئی توشہ نہیں۔

آپ کاروبار کر رہے ہیں اس کاروبار سے حاصل شدہ کمائی اگر آپ اپنے والدین اور گھر والوں پر خرچ کر رہے ہیں تو یہ دھوکے کی پونجی نہیں ہے بلکہ یہ تو دین ہے، گاڑی پر سوار ہو کر دینی مجالس میں جاتے ہیں، نماز کے لیے مسجد جاتے ہیں، رزقِ حلال کمانے کے لیے آفس جاتے ہیں، اللہ والوں کو اس پر سفر کرا رہے ہیں تو یہ دین ہے، دنیا نہیں ہے، کیوں کہ ایسے کاموں میں استعمال ہو رہی ہے جو دین کے کام ہیں یا ایسے اُمور میں استعمال ہو رہی ہے جن کی شریعت نے آپ پر ذمّہ داری عائد کی ہے۔

خلاصہ یہ کہ دنیا کی ہر نعمت کے بارے میں یہ غور کرلیں کہ آیا وہ آخرت کو سنوارنے والی ہے یا نہیں؟ اگر آخرت کو سنوارنے کا ذریعہ ہے تو وہ دین ہے، وگرنہ وہ دنیا ہے اور محض دھوکا ہے۔

نیت کی درستگی سے دنیا بھی دین بن جاتی ہے

دراصل اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، نیت اگر درست ہو تو دنیا بھی دین بن جاتی ہے لیکن اگر نیت درست نہ ہو تو کبھی دین بھی دنیا بن جاتا ہے۔

جس کی مثال حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیا کرتے تھے کہ ایک شخص رزقِ حلال کمانے کی غرض سے سڑک کے کنارے ٹھیلا لیے کھڑا ہے اور ۱۰ / روپے کلو، ۱۰ / روپے کلو کی آوازیں لگا رہا ہے، تو چوں کہ رزقِ حلال کمانے کی غرض سے یہ صدا لگا رہا ہے اس لیے یہ عینِ دین ہے کیوں کہ کسبِ رزقِ حلال کا اللہ کی طرف سے حکم ہے۔

اور اگر کوئی بندہ بازار میں بلند آواز سے سبحان اللہ کی تسبیح پڑھ رہا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ لوگ مجھے بزرگ سمجھیں تو ظاہر ہے کہ ایسا ذکر دنیا کی غرض سے ہے کیوں کہ اس سے

---

[۱۴] روح المعانی: ۱۸۵/۲۷، الحدید (۲۰)، دار احیاء التراث، بیروت

مقصد رِیا و دِکھاوا ہے جب کہ حدیث میں ہے کہ اِنَّ یَسِیْرَ الرِّیَاءِ شِرْکٌ[۱۵] کہ معمولی ریا بھی شرک ہے، کیوں کہ یہ ذکر دین کی غرض سے نہیں لٰہذا یہ دنیا ہے۔

اسی طرح کوئی شخص مکمل درسِ نظامی پڑھتا ہے اور عالم بنتا ہے، جس سے اس کا مقصد محض دنیا کمانا ہے تو یہ دنیا ہے اور دھوکا ہے، اور اگر کوئی شخص ڈاکٹر بنتا ہے اور نیت یہ کرتا ہے کہ جب میں ڈاکٹر بن جاؤں گا تو غریبوں کی خدمت کروں گا تو یہ دین ہے، دنیا نہیں ہے۔

دیکھیے! ان دونوں مثالوں میں نیت کے بدلنے سے عمل کی قدر و قیمت اور معیار قطعاً تبدیل ہو گیا۔ اس لیے اپنی زندگی کے ہر کام میں کوشش اس بات کی کریں کہ وہ آخرت کے سنوارنے کا ذریعہ اور وسیلہ بن جائے۔

رنگ رلیوں پہ زمانے کی نہ جانا اے دل

اللہ تعالیٰ نے ایک اور مثال ذہن میں ڈالی کہ دس آدمی سمندر کے کنارے مچھلیوں کے شکار کے لیے جاتے ہیں، وہاں پر خیمہ گاڑھ دیتے ہیں اور رسّی کے کانٹے پر مختلف قسم کے رنگوں کی چھوٹی چھوٹی مچھلیاں لگاتے ہیں اور رسّی کو سمندر میں پھینک دیتے ہیں، تو ساری مچھلیاں ان چھوٹی چھوٹی مچھلیوں کی رنگینیوں کو دیکھ کر ان کی طرف لپکتی ہیں، ان میں سے ایک مچھلی کہتی ہے کہ خبردار! ان رنگ برنگی مچھلیوں کی طرف مت جانا، میں نے ابھی باہر جا کے دیکھا ہے کہ دس آدمی بیٹھے ہوئے ہیں، میں نے اُن کے ہاتھوں کو دیکھا کہ ہر ایک کے دو دو ہاتھوں میں دس دس انگلیاں ہیں اور ان کے منہ میں دیکھا کہ ہر ایک کے منہ میں بتیس بتیس دانت ہیں، اگر تم نے ان چھوٹی چھوٹی مچھلیوں کی رنگینی سے دھوکا کھالیا تو سمجھ لو کہ یہ سب تمہیں اس رسّی سے کھینچ لیں گے، پھر تمہیں ذبح کر دیں گے اور بڑی بڑی چھریاں بھی ساتھ لائے ہیں جس سے تمہیں کاٹیں گے اور نمک مرچ بھی ساتھ لائے ہیں اور چولہا بھی ساتھ لائے ہیں جس پر تیل کھول رہا ہے، تمہیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے نمک مرچ لگا کر پکا دیں گے، اور وہ بتیس دانتوں سے چبا چبا کر تمہیں کھا جائیں گے اور پھر جو تمہاری ہڈیاں بچیں گی اس

---

[۱۵] سنن ابن ماجة: ۲/۲۴/۴، باب من ترجی له السلامة من الفتن، المکتبة الرحمانية

کے لیے بھی کتے اور بلّیاں ساتھ لائے ہیں، وہ تمہاری ہڈیوں تک کو ان کتوں اور بلیوں کو کھلا دیں گے، غرض یہ کہ اس دنیا سے تمہارا وجود ختم ہو جائے گا۔

رنگ رلیوں پہ زمانے کی نہ جانا اے دل
یہ خزاں ہے جو بہ اندازِ بہار آئی ہے

جب مچھلیاں یہ سنتی ہیں تو کہتی ہیں کہ لگتا ہے اس مچھلی پر کسی مولوی کا سایہ پڑ گیا ہے، ہمیں تو نہ خیمے نظر آرہے ہیں، نہ دس لوگ نظر آرہے ہیں، نہ چُھریاں نظر آرہی ہیں، نہ ہاتھ اور بتیس دانت نظر آرہے ہیں، ہمیں تو بس رنگ برنگی مچھلیاں نظر آرہی ہیں، غرض یہ کہ وہ اس مچھلی کی باتوں کی طرف دھیان نہیں دیتیں اور فوراً اُن رنگ برنگی مچھلیوں کو اپنے منہ میں لے لیتی ہیں اور شکاریوں کے جال میں پھنس کر جان سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہیں۔

مُخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج پر تشریف لے گئے تو وہاں کے سارے احوال کا کھلی آنکھوں مشاہدہ کیا، جنت کو دیکھا اور اس کی نعمتوں کا مشاہدہ کیا، جہنم کو دیکھا اور اس میں موجود لوگوں پر ہونے والے عذاب کو دیکھا اور ہمیں بتا دیا کہ اصل گھر آخرت کا دائمی وابدی گھر ہے، یہ دنیا فانی ہے، اس کا دھوکا بڑا سخت ہے، لیکن ہم سب غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

کہاں جا رہا ہے کدھر دیکھتا ہے؟

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت ڈاکٹر محمد عبد الحی صاحب عارفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص صبح کے وقت اپنے بزنس یا آفس کے لیے جاتا ہے، تو وہ یہ سمجھ رہا ہوتا ہے کہ میں بزنس یا آفس کے لیے جا رہا ہوں، مگر حقیقت یہ ہے کہ اس کا ہر ہر قدم قبر کی طرف اُٹھ رہا ہوتا ہے، کیوں کہ جیسے جیسے وقت گزر رہا ہے انسان کی مہلت کی گھڑیاں ختم ہو رہی ہیں اور وہ قبر سے قریب ہو رہا ہے، اس پر وہ یہ شعر پڑھتے تھے۔

قدم سوئے مرقد نظر سوئے دنیا
کہاں جا رہا ہے کدھر دیکھتا ہے

ہم جو یہاں مسجدِ نور میں بیٹھے ہوئے ہیں اور وقت گزر رہا ہے تو کیا ہم لوگ آخرت کے نزدیک

نہیں ہو رہے؟ غیر محسوس طریقے سے ہم اپنی قبر و آخرت کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

ہو رہی ہے عمر مثل برف کم
چپکے چپکے رفتہ رفتہ دم بدم

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ

اِرْتَحَلَتِ الدُّنْيَا مُدْبِرَةً وَارْتَحَلَتِ الْاٰخِرَةُ مُقْبِلَةً[16]

دنیا پیٹھ پھیر کر بھاگ رہی ہے اور ہم آخرت کی طرف بہت تیزی سے بڑھ رہے ہیں، لیکن ہمیں احساس ہی نہیں ہوتا کہ ہم دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی فکر کریں، اگر ہمارے اندر آخرت کی فکر پیدا ہو جائے تو ان شاء اللہ گناہوں کی طرف رغبت خود بخود ختم ہو جائے گی۔ بس ہر وقت یہ دھن لگی ہوئی ہو کہ ہم سفر میں ہیں اور آخرت کی طرف تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔

شرحِ صدر کی دوسری علامت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری علامت یہ بیان فرمائی کہ وَالْاِنَابَةُ اِلٰى دَارِ الْخُلُوْدِ کہ دنیا کی فانی زندگی میں رہتے ہوئے ہر وقت ہمیشہ رہنے والی اخروی زندگی کی فکر لگی رہے، دوکان میں خوب کمائی ہوئی، نوٹ گن رہا ہے، لیکن توجہ اللہ کی طرف ہو کہ یہ گاہک اللہ تعالیٰ نے میرے پاس بھیجا جس سے مجھے رزقِ حلال ملا، پھر فوراً یہ دُعا پڑھے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ[17] کہ اے اللہ! آپ کا شکر ہے کہ یہ تمام نعمتیں محض آپ کی عطا کردہ ہیں، میرا اس میں کوئی کمال نہیں۔ جب اپنی گاڑی میں بیٹھیں تو شکر ادا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے بغیر استحقاق کے یہ نعمت عطا فرمائی، دعا پڑھیں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ اللہ تعالیٰ نے حضرتِ انسان کو جو اس دنیا میں بھیجا ہے، اس کے مقاصد میں یہ دوکان، مکان، گاڑی نہیں ہے، اگر یہ چیزیں مقاصد میں شامل ہوتیں تو اللہ تعالیٰ جب عزرائیل علیہ السلام کو روح قبض کرنے کے لیے بھیجتے تو یہ فرماتے کہ اس کی

---

[16] صحیح البخاری: ۲/۹۴۹، باب فی الامل وطوله، کتاب الرقاق، المکتبة المظهرية

[17] سنن ابن ماجة: ۲/۲۰۵ (۳۸۰۳)، باب فضل الحامدين، المکتبة الرحمانية

کار، بنگلہ، گاڑی اور فیکٹری کو بھی ساتھ لے آنا، کیوں کہ اس بے چارے نے بے حد محنت کر کے یہ سب چیزیں کمائی تھیں۔

ایک وقت میں دو کام کیسے؟

ایک شخص نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ ایک وقت میں دو کام کیسے ممکن ہیں؟ کہ بیک وقت آخرت کا بھی خیال رہے اور دنیا کے کاموں کی طرف بھی دھیان رہے، تو آپ ساؤتھ افریقہ والے ہیں اس لیے یہ بات آپ کو سمجھ نہیں آئے گی، لیکن ہندوستان، پاکستان میں یہ بکثرت ہوتا ہے کہ خواتین پانی بھرنے جاتی ہیں، تو اپنے سر پر دو مٹکے رکھتی ہیں ایک مٹکا اُن کے ہاتھ میں ہوتا ہے، آپس میں باتیں بھی کرتی ہیں اور چاروں طرف نظارے بھی کر رہی ہوتی ہیں، لیکن دماغ کا تعلق سر پر رکھے ہوئے دو مٹکوں سے منقطع نہیں ہوتا، بلکہ توجہ وہیں لگی رہتی ہے۔

اسی طرح اگر کوئی چاہے کہ میری توجہ دنیا و آخرت دونوں کی طرف رہے تو یہ ممکن ہے، وہ اس طرح کہ اعضا و جوارح سے اپنے کام کرتا رہے، لیکن دل و دماغ کا تعلق ہر وقت اللہ کے ساتھ لگا ہوا ہو جیسے کہ وہ عورتیں اعضا و جوارح سے مٹکے پکڑتی ہیں لیکن دماغ سر پر رکھے ہوئے مٹکوں کی طرف لگا رہتا ہے۔

تم سا کوئی ہمدم کوئی دم ساز نہیں ہے
باتیں تو ہیں ہر دم مگر آواز نہیں ہے

ہم تم ہیں بس آگاہ اس ربطِ خفی سے
معلوم کسی اور کو یہ راز نہیں ہے

اسی کو والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک شعر میں اس طرح فرمایا ہے کہ۔

دنیا کے مشغلوں میں بھی یہ باخدا رہے
یہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جدا رہے

یعنی اللہ والے دنیا میں رہتے ہیں لیکن ان کے دل کا تعلق ہر وقت خالقِ حقیقی سے لگا ہوا ہوتا ہے۔

شرحِ صدر کی تیسری علامت

شرحِ صدر کی تیسری علامت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمائی کہ وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِہٖ کہ موت سے پہلے موت کی تیاری کرتے ہیں۔

اس دنیا میں اگر کوئی ایسی حقیقت ہے کہ جس میں کسی کو اختلاف نہیں، وہ موت ہے۔ آپ کو ہر چیز میں اختلاف ملے گا لیکن موت ایک ایسی مسلّمہ حقیقت ہے کہ اب تک کوئی ایک شخص بھی ایسا پیدا نہیں ہوا جو موت کا انکار کرے۔ کیوں کہ ہر وقت اس کے سامنے چھوٹے بڑے، بوڑھے جوان سب کے جنازے اُٹھ رہے ہیں، اس لیے اُس میں اِختلاف کی کوئی گنجایش ہی نہیں۔

اور اگر کسی کو ہمیشہ اس دنیا میں رہنا ہوتا تو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی شخصیت تھے جو ہمیشہ اس دنیا میں رہتے اور کبھی اِس دنیا سے تشریف نہ لے جاتے۔

لَوْ کَانَتِ الدُّنْیَا تَدُوْمُ لِوَاحِدٍ
لَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ فِیْھَا مُخَلَّدًا

لیکن ہر ایک کو اس دنیا سے جانا ہے اور اپنے مقررہ وقت پر جانا ہے اِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ [۱۸] بے شک جب موت کا وقت آ پہنچتا ہے تو اس میں تاخیر نہیں ہوتی اور نہ ہی مہلت ملتی ہے، بلکہ اپنے وقت پر کوئی چاہے یا نہ چاہے اس کو اس دنیا سے جانا ہی پڑتا ہے۔

موت اٹل حقیقت اور مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کی تمثیل

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ جو مثالوں کے بادشاہ ہیں، اپنی بات کو نت نئی مثالوں کے ذریعے اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ دماغ میں نقش ہو جاتی ہے اور سمجھ میں آجاتی ہے، فرماتے ہیں کہ ایک بادشاہ تھا، جس کے محل میں ایک بہت بڑا تالاب تھا، اس تالاب میں پانچ دریاؤں سے پانی آتا تھا، ایک دفعہ ایک عقل مند دانا درباری نے بادشاہ سے کہا کہ بادشاہ سلامت!

۱۸؎ نوح: ۴

یہ جو باہر کے دریاؤں سے ہمارے تالاب میں پانی آرہا ہے، اِن خارجی ذرائع کا کوئی اعتبار نہیں، یہ کسی بھی وقت بند ہوسکتے ہیں، اس لیے میری گزارش ہے کہ محل کے اندر ہی کوئی کنواں کھدوادیں تاکہ اگر خدانخواستہ باہر کے یہ ذرائع بند ہوجائیں تو محل کے اندرونی حصے میں پانی کی سہولت موجود رہے۔

بادشاہ نے کہا کہ پانچ دریاؤں سے مسلسل میٹھا پانی آرہا ہے اور دریا ایک طرف نہیں، بلکہ پانچ طرف ہیں، پانی کے بند ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، غرض یہ کہ اس کی بات نہیں مانی اور ٹال دیا، بات آئی گئی ہوگئی۔

اب جب پڑوسی ملک کے دشمن بادشاہ کو معلوم ہوا کہ اس کے محل میں اس طرح پانی آتا ہے تو اس نے اپنا پورا لشکر راتوں رات بوریوں میں مٹی بھرنے پر لگایا اور صبح تک پانچوں دریاؤں پر بند باندھ دیے اور بادشاہ کا پانی روک دیا۔

جب حسبِ معمول بادشاہ صبح اُٹھا اور دیکھا تو تالاب خشک تھا، اس نے پوچھا کہ پانی کیوں نہیں آرہا؟ تو درباریوں نے سارا ماجرا سنایا، بادشاہ بے حد پریشان ہوا، اس عقل مند درباری نے کہا کہ میں نے بادشاہ سلامت کو پہلے ہی اس خطرے سے آگاہ کیا تھا لیکن اب موت کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں، کیوں کہ محل کی بنیاد میں اتنا اسٹیل ڈال دیا گیا تھا کہ اس کو توڑنے میں کئی دن لگ جائیں گے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان کا یہ جسم بھی ایک شاہی محل ہے جس میں پانچ اطراف ہیں، جنہیں ”حواسِ خمسہ“ کہا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک آنکھ ہے، جس میں قوّتِ بصارت ہوتی ہے۔ ایک کان ہے، جس میں قوّتِ سماعت ہوتی ہے۔ ایک ناک ہے، جس میں قوّتِ شامّہ ہوتی ہے۔ اور ایک زبان ہے، جس میں قوّتِ ذائقہ ہوتی ہے۔ اور اسی طرح ایک ہاتھ ہے، جس میں قوّتِ لامسہ (چھونے کی قوّت) ہوتی ہے۔

آنکھ اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت

آنکھ اللہ تعالیٰ کی ایسی نعمت ہے جس سے دنیا جہاں کی روشنیوں اور رنگوں کا وجود

ہے، اس آنکھ کے پیچھے ایک بہت بڑی مشینری کارفرما ہے، جب روشنی آنکھ کی پتلی سے ٹکراتی ہے تو وہ اپنے پیچھے موجود اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوّتِ بصارت کی بہت بڑی مشینری کو حرکت دیتی ہے، جس کے نتیجے میں انسان دیکھتا ہے۔

اللہ نے اس نعمت کو اتنا عام کر دیا ہے کہ آپ جب چاہیں، جس کو چاہیں، جہاں چاہیں دیکھ سکتے ہیں، قوّت اور قدرت اللہ نے عطا فرمادی ہے اور دنیا کی اکثر و بیشتر چیزوں کے دیکھنے کی اجازت بھی دے دی، سمندروں کو دیکھیں، دریاؤں کو دیکھیں، درختوں کو دیکھیں، پہاڑوں کو دیکھیں، قدرتی مناظر کو دیکھیں، اسی طرح اپنے بھائی، بہن، والدین اور تمام محرم رشتہ داروں کو دیکھیں، اسی طرح بیت اللہ شریف، مساجد، قرآن مجید و دینی کتابوں کو دیکھیں۔ ہاں! صرف نامحرموں کو اللہ نے دیکھنے سے منع فرمادیا ہے۔ چچی ہو، بھابھی ہو، ممانی ہو، خالہ زاد، ماموں زاد، پھوپھی زاد، چچازاد بہن ہو، ان کو دیکھنے سے منع فرمایا کیوں کہ فتنہ کا اندیشہ ہے۔

نظر بازی کی ممانعت کی چند وجوہات

پہلی وجہ

خلاصہ یہ ہے کہ چند ایک چیزوں کے دیکھنے سے منع فرمایا اور وہ بھی اس لیے کہ اس میں فتنہ کا اندیشہ ہے، اس کے علاوہ تمام چیزوں کے دیکھنے کی اجازت دے دی۔

دوسری وجہ

دوسرے یہ کہ نظر بازی کا فوری اثر دِل پر پڑتا ہے اور دل کا قبلہ اللہ کی ذات کے بجائے غیر اللہ کی طرف ہو جاتا ہے حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو سر سے پیر تک تمام اعضا عطا فرمادیے، مگر دل کو صرف اپنے لیے مخصوص فرمایا کہ گھر میں ہو، دوکان میں ہو، بازار میں ہو، جہاں کہیں بھی ہو دل اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ لگا ہوا ہونا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے دل کو صرف اپنے لیے خاص فرمایا

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ریل میں سفر فرمارہے تھے، مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ بھی ساتھ تھے، تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جیب سے کاغذ قلم نکالا اور مضمون لکھ کر واپس رکھ دیا، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا کہ حضرت! یہ آپ نے کیا کیا؟ تو حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک مضمون دل پر وارد ہوا تھا، جس کو یاد رکھنے کا ایک بوجھ تھا تو میں نے اس بوجھ کو ورق پر منتقل کردیا، تاکہ دل و دماغ پر بوجھ نہ رہے اور دل صرف اللہ تعالیٰ کی یاد کے لیے فارغ رہے۔

نیز حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ طویل مجلسوں اور زیادہ گفتگو اور گپ شپ کے قائل نہ تھے، بلکہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے لو لگائے رکھتے تھے، فرماتے کہ ہماری طبیعت تو چاکِ گریباں رہنے کی ہے اور اسی میں ہمیں لطف و کیف محسوس ہوتا ہے۔ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے۔

کیا کہوں آہ وہ مرشد تھا میرا کیا اخترؔ
چشم تر نعرۂ ھو چاکِ گریباں پایا

تیسری وجہ

تیسری وجہ یہ ہے کہ اس سے شرم گاہ کے محفوظ نہ رہنے کا خطرہ ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ[19] اس آیت میں جہاں نگاہ نیچی رکھنے کا حکم ہے وہیں پر شرم گاہ کی حفاظت کا بھی حکم ہے۔

چوتھی وجہ

چوتھی وجہ نگاہ کی حفاظت کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف استعمال کیا جائے، حدیث شریف میں ہے

[19] النور:۳۰

زِنَا الْعَيْنِ النَّظَرُ[۲۰] کہ نظر بازی آنکھوں کا زنا ہے، ایک اور حدیث میں ارشاد ہے اَلنَّظَرُ سَهْمٌ مِّنْ سِهَامِ اِبْلِيْسَ مَسْمُوْمٌ[۲۱] کہ نظر شیطان کے زہر آلود تیروں میں سے ایک تیر ہے، ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ لَعَنَ اللهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَيْهِ[۲۲] کہ اللہ تعالیٰ نے بد نظری کرنے والے اور کروانے والے دونوں پر لعنت فرمائی۔ جس کا ایک ترجمہ بد دعا کی صورت میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ لعنت کرے بد نظری کرنے والے اور کروانے والے پر۔ اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا سے بڑھ کر خطرے کی اور کیا بات ہو سکتی ہے؟ اس لیے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اس نعمت کو اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق استعمال کرنا ہی ایمانی غیرت وحمیت کا تقاضا ہے، اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔

کان اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت

حواسِ خمسہ میں سے دوسری نعمت کان ہے۔ کان دراصل قوّتِ سماعت کا نام ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اندر سے اُس کی ساخت ایسی عجیب وغریب بنائی ہے کہ کان کے اندر جو پردہ ہے اس کے رُخ کو سننے والا آواز کے رُخ کی طرف بآسانی پھیر سکتا ہے اور بہتر سے بہتر انداز میں کسی بھی چیز کو سن سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ آوازوں کو بآسانی ممتاز کر لیتا ہے کہ یہ کس کی آواز ہے؟ مرد کی یا عورت کی، آشنا کی یا غیر آشنا کی، بھائی کی یا بہن کی، محرم کی یا غیر محرم کی، یہ صرف ایک سیکنڈ میں پتا لگا لیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ مشینری ہے۔ جب کہ ہم اس سے گانے سنتے ہیں۔ حدیث شریف میں ارشاد ہے اِنَّ الْغِنَاءَ يُنْبِتُ النِّفَاقَ كَمَا يُنْبِتُ الْمَاءُ الزَّرْعَ[۲۳] کہ گانا دل میں ایسے نفاق پیدا کرتا ہے کہ جیسے پانی کھیتی کو اُگاتا ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص گانا سنتا ہے اس کے کان میں قیامت کے دن سیسے کو پگھلا کر ڈالا جائے گا۔

۲۰؎ صحیح البخاری: ۲/۹۲۲، ۹۲۳ (۶۲۲۵)، باب زنا الجوارح دون الفرج، المکتبۃ المظھریۃ

۲۱؎ کنز العمال: ۵/۳۲۸ (۱۳۰۶۸)، فرع فی مقدمات الزنا والخلوۃ بالاجنبیۃ، مؤسسۃ الرسالۃ/ المستدرک للحاکم: ۴/۳۴۹ (۷۸۷۵)

۲۲؎ کنز العمال: ۷/۳۳۸ (۱۹۱۶۲)، فصل فی احکام الصلوٰۃ الخارجۃ، مؤسسۃ الرسالۃ

۲۳؎ السنن الکبرٰی للبیھقی: ۱۰/۲۲۳ (۲۱۵۳۶)، کتاب الشھادات، دائرۃ المعارف النظامیۃ، حیدرآباد، الھند

اسی طرح لوگ بے ہودہ قوالیاں سنتے ہیں جن میں معاذ اللہ! اللہ ورسول کے ناموں کو موسیقی کے ساتھ لیا جاتا ہے، جو سراسر حرام اور ناجائز ہے اور ستم یہ ہے کہ اسے ثواب کا کام سمجھا جاتا ہے، جس کی وجہ سے توبہ کی توفیق بھی نہیں ہوتی، اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا۔

عیسائیت کی اسلام دشمنی

سائنسی تحقیق یہ ہے کہ جب کوئی بولتا ہے تو اس کی آواز کی لہریں ختم نہیں ہوتیں، بلکہ فضا میں تاقیامت گردش کرتی رہیں گی۔ ایک عیسائی سائنس دان نے سیارہ خلا میں چھوڑا جس کا منشا یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی آواز سنیں گے لیکن جب تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ چاروں طرف خلا میں صرف اذان ہی کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں، جس کے بعد انہوں نے اس کا انکشاف ہی نہیں ہونے دیا اور اس معاملے کو دبا دیا کہ کہیں لوگ سن کر مسلمان نہ ہو جائیں، اس لیے کہ دنیا کے وقت کی ترتیب اس طرح ہے کہ ہر وقت کہیں نہ کہیں اذان لازمی ہو رہی ہوتی ہے، تو انہوں نے جب دیکھا کہ ہر طرف اذان ہی کی آواز آرہی ہے تو وہ تحقیق ہی نشر نہیں کی۔

بعض لوگ غیبت سننے کو گناہ ہی نہیں سمجھتے بلکہ ایسی محفلوں میں بیٹھے رہتے ہیں جہاں پر غیبت ہو رہی ہو۔ خوب سمجھ لو! جس طرح غیبت کرنا حرام ہے اسی طرح غیبت سننا بھی حرام ہے، بلکہ ایسی مجلسوں سے فوراً الگ ہو جانا چاہیے جہاں غیبت ہو رہی ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ کان اللہ تعالیٰ کی بڑی عظیم نعمت ہے، اس کو اللہ تعالیٰ کی مرضیات پر استعمال کرنا شرعی حکم ہے۔

زبان اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت

اسی طرح زبان بھی اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ایسی عجیب وغریب مشینری لگائی ہے، کہ جو چیز بھی زبان پر رکھی جائے یہ زبان فوراً بتا دیتی ہے کہ وہ میٹھی ہے یا کڑوی، نمکین ہے یا کھٹی، ہر قسم کا ذائقہ فوراً پرکھ لیتی ہے۔

اللہ نے اس زبان کے ذریعے بھی اکثر چیزوں کو کھانے کی اجازت دے دی۔ حلال

گوشت، سبزیاں، مٹھائیاں، میوہ جات، پھل فروٹ سب سے لطف اندوز ہونا جائز ہے، لیکن کچھ چیزیں حرام ہیں، جن سے اس زبان کے ذریعے لطف اندوز ہونا اور انہیں کھانا حرام ہے، اور وہ بھی اس لیے کہ یہ کھانے والے کے لیے مضرِ صحت ہے، مثلاً خنزیر حرام ہے، خنزیر کی خاصیت یہ ہے کہ وہ گندگی کھاتا ہے، تو اگر انسان اسے کھائے گا اس کی طبیعت میں بھی گندگی اور خباثت آئے گی، اس لیے اس کے کھانے کو شریعت نے حرام قرار دیا تاکہ انسان کی صحت کے لیے مضر نہ ہو۔

ناک اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت

اسی طرح ناک اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نعمت ہے اور اتنی بڑی مشینری اور لیبارٹری ہے کہ ہم کوئی بھی پرفیوم، عطر یا خوشبو سونگھیں فوراً پتا چلتا ہے کہ یہ چنبیلی ہے، یہ گلاب ہے وغیرہ۔ آج کل لوگ اتنے زیادہ ''موتیا'' ہوگئے ہیں کہ ناک کے ذریعے موتیا (خوشبو) کو سونگھتے ہیں، لیکن کبھی توجہ ہی نہیں جاتی کہ اتنی اچھی خوشبو کو پیدا کرنے والی ذات کتنی عظیم قدرت والی ہے۔

تو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ پانچ حواس ہیں، جو اللہ تعالیٰ نے ایک انسان کے جسم میں رکھے ہیں، اور باہر سے آنے والے پانچ دریاؤں کا پانی ان میں جاتا ہے، ایک دن عزرائیل علیہ السلام آکر ان پانچوں دریاؤں پر بند باندھ دیں گے، اب کوئی بھی چیز اس میں داخل نہیں ہوسکے گی۔

اب گو آنکھیں کھلی ہوں گی
لیکن بینا نہیں ہوں گی

اس لیے اس دنیا کی زندگی میں ہی ان حواس کو اللہ کی مرضیات کے مطابق استعمال کریں، کیوں کہ مرنے کے بعد تو ویسے بھی یہ حواس اپنا کام کرنا چھوڑ دیں گے، مثلاً میاں کا انتقال ہوگیا، بیوی کہتی ہے کہ میں نے تمہارے لیے یہ کباب بنایا ہے، جو تمہیں بہت زیادہ پسند تھا، لیکن نہ اس کے کان کام کررہے ہیں جس سے وہ سنے، اور نہ اس کی زبان کام کررہی ہے جس سے وہ چکھے۔

لطیفہ

ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں تمہاری محبت میں پاگل ہو رہا ہوں، تو اس کی بیوی نے کہا کہ واقعی! اگر ایسا ہے تو بتائیے کہ اگر میں مر گئی تو تم کیا کرو گے؟ تو اس نے کہا کہ پاگل کا کچھ بھی بھروسہ نہیں، وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔

موت کے بارے میں والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے؎

آ کر قضا با ہوش کو بے ہوش کر گئی
ہنگامۂ حیات کو خاموش کر گئی

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حجرے میں دو شعر لکھوائے ہوئے تھے؎

رہ کے دنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت
موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے

جو بشر آتا ہے دنیا میں یہ کہتی ہے قضا
میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے

بار بار اس شعر کو دیکھا کرتے تھے۔ خطوط کے جوابات دیتے وقت اگرچہ لوگوں کی اِصلاح کر رہے ہیں، لیکن اس شعر کو دیکھ کر بار بار اپنی آخرت کا استحضار فرما رہے ہیں، حالاں کہ اُنہیں تو ہر وقت، ہر آن اللہ تعالیٰ کا خاص تعلق حاصل تھا، اس کے باوجود اس شعر کو یاددہانی کے طور پر دیوار میں چسپاں کیے رکھتے تھے۔

آج ہم ہر وقت پرفیوم اور عطر میں نہاتے رہتے ہیں اور ٹپ ٹاپ میں لگے رہتے ہیں، حالاں کہ یہ جسم ہمارے پاس اللہ کی امانت ہے جو ایک دن واپس لے لیا جائے گا اور اس کا حال یہ ہو گا کہ یہ بدن دوبارہ ریزہ ریزہ ہو جائے گا، نظیر اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار ہیں؎

کئی بار ہم نے دیکھا کہ جن کا
مشیّن بدن تھا مبیض کفن تھا

یہ مصرع اصل میں اس طرح تھا۔

مشیّن بدن تھا معطر کفن تھا

لیکن چوں کہ کفن پر عطر لگانا جائز نہیں، اس لیے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس مصرع کو تبدیل فرمادیا کہ۔

کئی بار ہم نے دیکھا کہ جن کا
مشیّن بدن تھا مبیض کفن تھا

جو قبرِ کہن ان کی اُکھڑی تو دیکھا
نہ عضوِ بدن تھا نہ تارِ کفن تھا

اس لیے آخرت کی تیاری اسی دنیا میں کرنی چاہیے، اور اس وقت تک یہ تیاری نہیں ہوسکتی جب تک ایسے لوگوں کی صحبت اختیار نہ کی جائے جو اللہ والے ہیں اور آخرت کی فکر رکھتے ہیں۔

وسیلہ سے مراد

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ
وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ[۲۴]

اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور اس تک پہنچنے کا ذریعہ اور وسیلہ تلاش کرو اور اللہ کے راستے میں محنت کرو، اُمید ہے کہ تم فلاح کو پہنچو گے۔

یہاں پر وسیلہ سے مراد جہاں نیک عمل ہے وہیں پر وہ اللہ والے بھی ہیں جس کی تفسیر اس آیت میں آئی ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ[۲۵] کہ اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔ کیوں کہ تقویٰ دراصل

۲۴؎ المآئدۃ:۳۵

۲۵؎ التوبۃ:۱۱۹

اللہ والوں کی صحبت ہی سے ملتا ہے، اس لیے اللہ والوں کی صحبت لازم پکڑو۔

حضرت مولانا یونس پٹیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک صاحبِ نسبت بزرگ

حضرت مولانا یونس پٹیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بار بار خیال آتا ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس کرسی پر تشریف فرما ہیں، اللہ تعالیٰ نے کیسے تقویٰ کی دولت سے مالا مال فرمایا تھا، خود بھی اللہ والے بنے اور ہزاروں لوگوں کو اللہ والا اور نیک بنایا۔

ہر تین چار مہینوں میں اپنے شیخ کی صحبت میں کراچی تشریف لاتے تھے، بیسیوں مدارس کے بڑے بڑے علماء و مہتممین آتے تھے کہ حضرت ہمارے یہاں آکر بیان فرمادیں، لیکن حضرت فرماتے تھے کہ میں جب حضرت والا کی خانقاہ میں داخل ہوتا ہوں تو جوتے اتار کر الماری میں رکھ دیتا ہوں، اور پھر جب واپس ساؤتھ افریقہ جانا ہوتا ہے، اس وقت پہنتا ہوں، اس دوران کسی بھی جگہ جانے کو یا سفر کو مناسب نہیں سمجھتا، کیوں کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ سے میری غرض صحبت اور اِصلاح ہے، چناں چہ کسی اور غرض سے باہر نہیں جاسکتا۔

ذرا غور کیجیے کہ حضرت مولانا یونس پٹیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا باہر جانا کسی اور غرض سے نہیں تھا بلکہ دین ہی کا ایک کام تھا لیکن چوں کہ صحبتِ اہل اللہ کی اہمیت کے حوالے سے ان کا شرحِ صدر ہو گیا تھا اور سینہ کھل گیا تھا اس لیے وہ کہیں نہیں جاتے تھے اور دین کی دیگر خدمات کو موقوف فرما کر صحبتِ اہل اللہ کو ترجیح دیتے تھے۔

حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرماتے تھے کہ حکیم محمد اختر! ویسے تو اللہ تعالیٰ کا راستہ اس زمانے میں طے کرنا مشکل ہے لیکن اگر کسی اللہ والے کا ہاتھ ہاتھ میں آجائے تو یہ راستہ آسان ہی نہیں بلکہ مزیدار بھی ہو جاتا ہے۔

مجھے سہل ہو گئیں منزلیں کہ ہوا کے رُخ بھی بدل گئے
تیرا ہاتھ ہاتھ میں کیا لگا کہ چراغ راہ کے جل گئے

اللہ والوں سے تعلق اصلاح کے لیے ہو

بعض لوگ اللہ والوں سے صرف دوستی رکھتے ہیں، اصلاح نہیں کراتے، تو سمجھ لو! کہ اللہ والوں کی دوستی بھی فائدے سے خالی نہیں، لیکن یہ دوستی عملی زندگی میں مکمل مؤثر نہیں ہے، اور نہ پوری طرح کام آتی ہے بلکہ اصلاح کا تعلق ہونا چاہیے۔

اس کی مثال یوں سمجھیے کہ ایک شخص ڈاکٹر کا بہت ہی قریبی دوست ہے، اب جب وہ اس سے ملنے جاتا ہے تو ڈاکٹر اس کی خوب مہمان نوازی کرتا ہے، اسے انڈا کھلاتا ہے، مرنڈا پلاتا ہے، سموسے اور مرغن غذائیں کھلاتا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ ہارٹ کا مریض ہے اور اس کے علاوہ بہت سے ایسے امراض کا شکار ہے جن میں مرغن غذائیں اس کے لیے مضر ہیں، لیکن چوں کہ اس نے ڈاکٹر کو بتایا ہی نہیں کہ وہ بیمار ہے، لہٰذا بدپرہیزی کے باعث اور زیادہ مریض ہو کر آجاتا ہے، لیکن اگر مرض بتادیتا ہے تو یہی ڈاکٹر اُسے دلیا کھلاتا ہے اور اس میں دوائی بھی ملاتا ہے جس سے وہ صحت مند ہوجاتا ہے۔ بالکل اسی طرح اللہ والوں کے پاس اصلاح کی غرض سے آئے، محض آنا جانا مکمل فائدہ مند نہیں۔

ہمارے ہاں خانقاہ میں ساؤتھ افریقہ سے بہت سے مہمان آتے ہیں، ایک ہفتہ کے بعد چہ جائیکہ پروموشن ہو، بلکہ موشن شروع ہوجاتے ہیں، کیوں کہ وہاں کا پانی انہیں راس نہیں آتا، لیکن جب اِصلاحی تعلق ہوتا ہے تو پھر بتاتے ہیں کہ حضرت! میرے اندر بد نگاہی، غیبت، جھوٹ وغیرہ امراض ہیں، پھر شیخ ایک ایک مرض کو اپنی روحانی قوت اور اصلاحی نسخوں سے نکالنا شروع کردیتا ہے تو ایک وقت آتا ہے کہ وہ ان روحانی بیماریوں سے شفایاب ہوجاتا ہے۔ پھر وہ کہتا ہے کہ الحمدللہ حضرت! اب تو موشن بند ہوگئے، پروموشن شروع ہوگیا۔ بد نظری، جھوٹ، غیبت، تمام بیماریاں آہستہ آہستہ ختم ہوگئیں، اب الحمدللہ! روحانی ترقی محسوس ہورہی ہے۔

ایک مرض اور اس کی طبی وجہ

زیادہ موشن ہونے کی ایک وجہ دماغ کا بلاوجہ استعمال بھی ہے۔ جب میں مطب میں بیٹھتا تھا تو میرے پاس ایک مریض آئے، بڑے تاجر اور بزنس مین تھے، کہتے ہیں حضرت!

ایک مہینہ ہو گیا اتنے شدید موشن لگے ہوئے ہیں کہ بند ہی نہیں ہو رہے، تو میں نے کہا کہ آپ دماغ کم استعمال کریں اور ایک نسخہ لکھ دیا۔

اتنے میں ایک اور مریض آئے، خان صاحب تھے، وہ ان سے بھی بڑے تاجر تھے، تو ان پہلے والے صاحب نے کہا کہ یہ تو مجھ سے بھی بڑے تاجر ہیں، اس لیے مجھ سے بھی زیادہ دماغ استعمال کرتے ہوں گے اور ان کو مجھ سے بھی زیادہ موشن ہوں گے۔

تو میں نے کہا کہ ان کو موشن نہیں رہتے ہوں گے بلکہ قبض رہتا ہو گا کیوں کہ خان صاحب ہیں، دماغ استعمال ہی نہیں کرتے، بس جو اللہ نے دے دیا اس پر گزارہ کر کے شکر ادا کرتے ہیں۔

تو سمجھ لو کہ دنیاوی ڈاکٹروں کی مشینری اور میڈیکل سائنس جہاں ختم ہوتی ہے وہیں سے اللہ والوں کے رُوحانی علاج کی ابتدا ہوتی ہے، اس لیے کسی رُوحانی اللہ والے طبیب سے اِصلاحی تعلق قائم کر لو پھر دیکھو کہ کیا ہوتا ہے، کچھ عرصے کے بعد تم خود کہو گے کہ ؎

تو نے مجھ کو کیا سے کیا شوقِ فراواں کر دیا
پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں کر دیا

اور ؎

تنہا نہ چل سکو گے محبت کی راہ میں
میں چل رہا ہوں آپ میرے ساتھ آیئے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع نصیب فرمائے اور حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کا فیض تا قیامت جاری وساری فرمائے، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ولی اللہ بنانے والے چار اعمال

تعلیم فرمودہ

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

چار اعمال ایسے ہیں کہ جو ان پر عمل کرے گا مرنے سے پہلے ان شاءاللہ تعالیٰ ولی اللہ بن کر دنیا سے جائے گا۔ نفس پر جبر کرکے اللہ کو خوش کرنے کے لیے جو مندرجہ ذیل اعمال کرے گا اس کو پورے دین پر عمل کرنا آسان ہو جائے گا اور وہ اللہ کا ولی ہو جائے گا:

۱) ایک مٹھی داڑھی رکھنا

بخاری شریف کی حدیث ہے:

خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ وَفِّرُوا اللُّحٰى وَاَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا حَجَّ اَوِ اعْتَمَرَ قَبَضَ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَمَا فَضَلَ اَخَذَهٗ

ترجمہ: مشرکین کی مخالفت کرو داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کٹاؤ اور حضرت ابنِ عمر جب حج یا عمرہ کرتے تھے تو اپنی داڑھی کو اپنی مٹھی میں پکڑ لیتے تھے پس جو مٹھی سے زائد ہوتی تھی اس کو کاٹ دیتے تھے۔

بخاری شریف کی دوسری حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنْهَكُوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللُّحٰى

ترجمہ: مونچھوں کو خوب باریک کتراؤ اور داڑھیوں کو بڑھاؤ۔

پس ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے۔ جس طرح وتر کی نماز واجب ہے، عید الفطر کی نماز واجب ہے، بقرہ عید کی نماز واجب ہے اسی طرح ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے اور چاروں اماموں کا اس پر اجماع ہے، کسی امام کا اس میں اختلاف نہیں۔ علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:

اَمَّا اَخْذُ اللِّحْيَةِ وَهِيَ مَا دُوْنَ الْقَبْضَةِ كَمَا يَفْعَلُهُ
بَعْضُ الْمَغَارِبَةِ وَمُخَنَّثَةُ الرِّجَالِ فَلَمْ يُبِحْهُ اَحَدٌ

ترجمہ: داڑھی کا کترانا جبکہ وہ ایک مٹھی سے کم ہو جیسا کہ بعض اہلِ مغرب
اور ہیجڑے لوگ کرتے ہیں کسی کے نزدیک جائز نہیں۔

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بہشتی زیور جلد ۱۱، صفحہ ۱۱۵ پر تحریر فرماتے ہیں کہ داڑھی کا منڈانا یا ایک مٹھی سے کم پر کترانا دونوں حرام ہیں۔ اور داڑھی داڑھ سے ہے اس لیے ٹھوڑی کے نیچے سے بھی ایک مٹھی ہونی چاہیے اور چہرے کے دائیں اور بائیں طرف سے بھی ایک مٹھی ہونی چاہیے یعنی تینوں طرف سے ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے۔ بعض لوگ سامنے یعنی ٹھوڑی کے نیچے سے تو ایک مٹھی رکھ لیتے ہیں لیکن چہرے کے دائیں اور بائیں طرف سے کترا دیتے ہیں خوب سمجھ لیں کہ داڑھی تینوں طرف سے ایک مٹھی رکھنا واجب ہے اگر ایک طرف سے بھی ایک مٹھی سے چاول برابر کم یعنی ذرا سی بھی کم ہو گی تو ایسا کرنا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔

۲) ٹخنے کھلے رکھنا

پاجامہ، شلوار، لنگی، جبہ اور اوپر سے آنے والے ہر لباس سے ٹخنوں کو ڈھانپنا مردوں کے لیے حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے:

مَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْاِزَارِ فِي النَّارِ

ترجمہ: ازار (پاجامہ، لنگی، شلوار، کرتہ، عمامہ، چادر وغیرہ)
سے ٹخنوں کا جو حصہ چھپے گا دوزخ میں جائے گا۔

معلوم ہوا کہ مردوں کے لیے ٹخنے چھپانا کبیرہ گناہ ہے کیوں کہ صغیرہ گناہ پر دوزخ کی وعید نہیں آتی۔

۳) نگاہوں کی حفاظت کرنا

اس معاملہ میں آج کل عام غفلت ہے۔ بد نظری کو لوگ گناہ ہی نہیں سمجھتے حالاں کہ

نگاہوں کی حفاظت کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں دیا ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ

ترجمہ: اے نبی! آپ ایمان والوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی بعض نگاہوں کی حفاظت کریں۔

یعنی نامحرم لڑکیوں اور عورتوں کو نہ دیکھیں۔ اسی طرح بے داڑھی مونچھ والے لڑکوں کو نہ دیکھیں یا اگر داڑھی مونچھ آبھی گئی ہے لیکن ان کی طرف میلان ہوتا ہے تو ان کی طرف بھی دیکھنا حرام ہے۔ غرض اس کا معیار یہ ہے کہ جن شکلوں کی طرف دیکھنے سے نفس کو حرام مزہ آئے ایسی شکلوں کی طرف دیکھنا حرام ہے۔ حفاظتِ نظر اتنی اہم چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں عورتوں کو الگ حکم دیا یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں، جبکہ نماز روزہ اور دوسرے احکام میں عورتوں کو الگ سے حکم نہیں دیا گیا بلکہ مردوں کو حکم دیا گیا اور عورتیں تابع ہونے کی حیثیت سے ان احکام میں شامل ہیں۔

اور بخاری شریف کی حدیث ہے:

زِنَا الْعَیْنِ النَّظَرُ

ترجمہ: آنکھوں کا زنا ہے نظر بازی۔

نظر باز اور زناکار اللہ کی ولایت کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتا جب تک کہ اس فعل سے سچی توبہ نہ کرے۔ اور مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے:

لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْهِ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ لعنت فرمائے بدنظری کرنے والے پر
اور جو خود کو بدنظری کے لیے پیش کرے۔

پس ناظر اور منظور دونوں پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی بددُعا فرمائی ہے۔ بزرگوں کی بددعا سے ڈرنے والے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے ڈریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے صدقے ہی میں بزرگی ملتی ہے۔ لہٰذا اگر کسی حسین پر نظر پڑجائے تو فوراً ہٹا لو ایک لمحہ کو اس پر نہ رُکنے دو۔ پس قرآنِ پاک کی مندرجہ بالا آیاتِ مبارکہ

اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں بد نظری کرنے والے کو تین بُرے القاب ملتے ہیں:

۱)... اللہ ورسول کا نافرمان ۲)... آنکھوں کا زناکار ۳)... ملعون

۴) قلب کی حفاظت کرنا

نظر کی حفاظت کے ساتھ دل کی بھی حفاظت ضروری ہے۔ بعض لوگ نگاہِ چشمی کی تو حفاظت کر لیتے ہیں لیکن نگاہِ قلبی کی حفاظت نہیں کرتے یعنی آنکھوں کی تو حفاظت کر لیتے ہیں لیکن دل کی نگاہ کی حفاظت نہیں کرتے اور دل میں حسین شکلوں کا خیال لا کر حرام مزہ لیتے ہیں خوب سمجھ لیں کہ یہ بھی حرام ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

یَعْلَمُ خَآئِنَۃَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھوں کی چوری کو
اور تمہارے دلوں کے رازوں کو خوب جانتا ہے۔

ماضی کے گناہوں کے خیالات کا آنا بُرا نہیں لانا بُرا ہے۔ اگر گندا خیال آجائے تو اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں لیکن خیال آنے کے بعد اس میں مشغول ہو جانا یا پرانے گناہوں کو یاد کر کے اس سے مزہ لینا یا آیندہ گناہوں کی اسکیمیں بنانا یا حسینوں کا خیال دل میں لانا یہ سب حرام ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں اور ان حرام کاموں سے بچائیں جس کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ تمام گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے گا۔

مذکورہ بالا اعمال پر توفیق کے لیے چار تسبیحات

مذکورہ بالا چار حرام کاموں سے بچنے کے لیے مندرجہ ذیل چار وظائف ہیں جن کے پڑھنے سے روح میں طاقت آئے گی اور جب روح طاقت ور ہو جائے گی تو گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے گا۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھیں۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) اَللّٰہ اَللّٰہ پڑھیں۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) استغفار کی پڑھیں۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) دُرود شریف کی۔

اصلاح کا آسان نسخہ

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

دو رکعت نفل نماز توبہ کی نیت سے پڑھ کر یہ دعا مانگو:

”اے اللہ! میں آپ کا سخت نافرمان بندہ ہوں۔ میں فرماں برداری کا ارادہ کرتا ہوں مگر میرے ارادے سے کچھ نہیں ہوتا اور آپ کے ارادے سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میری اصلاح ہو مگر ہمت نہیں ہوتی۔ آپ ہی کے اختیار میں ہے میری اصلاح۔ اے اللہ! میں سخت نالائق ہوں، سخت خبیث ہوں، سخت گناہ گار ہوں، میں تو عاجز ہو رہا ہوں، آپ ہی میری مدد فرمائیے۔ میرا قلب ضعیف ہے۔ گناہوں سے بچنے کی قوت نہیں ہے، آپ ہی قوت دیجیے۔ میرے پاس کوئی سامانِ نجات نہیں، آپ ہی غیب سے میری نجات کا سامان پیدا کر دیجیے۔ اے اللہ! جو گناہ میں نے اب تک کیے ہیں، انہیں آپ اپنی رحمت سے معاف فرمائیے۔ گو میں یہ نہیں کہتا کہ آیندہ ان گناہوں کو نہ کروں گا، میں جانتا ہوں کہ آیندہ پھر کروں گا، لیکن پھر معاف کرالوں گا۔“

غرض اسی طرح سے روزانہ اپنے گناہوں کی معافی اور عجز کا اقرار، اپنی اصلاح کی دعا اور اپنی نالائقی کو خوب اپنی زبان سے کہہ لیا کرو۔ صرف دس منٹ روزانہ یہ کام کرلیا کرو۔ لو بھائی دوا بھی مت پیو، بدپرہیزی بھی مت چھوڑو۔ صرف اس تھوڑے سے نمک کا استعمال سوتے وقت کرلیا کرو۔ آپ دیکھیں گے کہ کچھ دن بعد غیب سے ایسا انتظام ہو جائے گا کہ ہمت بھی قوی ہو جائے گی، شان میں بٹّہ بھی نہ لگے گا اور دشواریاں بھی پیش نہ آئیں گی۔ غرض غیب سے ایسا سامان ہو جائے گا کہ جو آپ کے ذہن میں بھی نہیں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے کہ جب اللہ کی طرف سے ہدایت کا نور مؤمن کے قلب میں داخل ہوتا ہے تو اس کا سینہ اسلام کے لیے کھل جاتا ہے جسے شرح صدر کہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تین علامات بیان فرمائیں کہ دنیا سے بے رغبتی، آخرت کی طرف رغبت اور موت سے پہلے موت کی تیاری کی فکر شروع ہو جاتی ہے۔ یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، جہاد اور دیگر احکامِ اسلام پر عمل کرنا اس کے لیے آسان و سہل ہو جاتا ہے۔

حلیم الامت حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم نے مذکورہ وعظ ''شرح صدر قرآن وسنت کی روشنی میں'' اس مضمون کو نہایت سہل اور مؤثر انداز میں بیان فرمایا ہے کہ دنیا کی زندگی سوائے دھوکے کی پونجی کے اور کچھ نہیں، انسان دنیا کو صرف اتنی ہی اہمیت دے کہ بقدرِ ضرورت حلال طریقے سے مال کمایا جائے اور پھر قناعت اختیار کی جائے۔ دنیا کے لیے اتنی ہی بھاگ دوڑ اور محنت کی جائے جتنا اس میں رہنا ہے اور آخرت کے لیے اتنی محنت کی جائے جتنا اس میں رہنا ہے۔ اگر ہمارے اندر آخرت کی فکر پیدا ہو جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ گناہوں کی طرف رغبت خود بخود ختم ہو جائے گی۔

www.khanqah.org

MW004